اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
OCTOBER 2025
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 376
Regd. # MC-1177

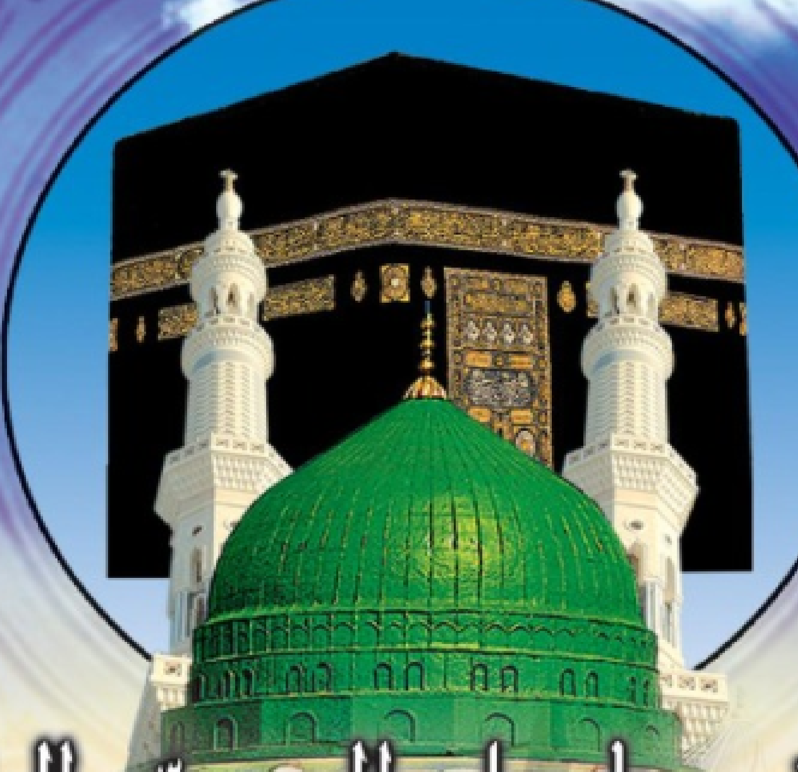

العُروہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرہ

فتاویٰ حج و عمرہ

حصّہ 22

مصنّف

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(شیخ الحدیث جامعۃ النّور ورئیس دارالإفتاء النّور)

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

العُروۃُ فِی مَناسِکِ الحِجِّ والعُمْرَۃ

فتاویٰ حج وعمرہ

(حصہ 22)

مُصنّف

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعۃ النّور ورئیس دارالإفتاء النّور)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

کتاب : العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحِجِّ والعُمْرَۃ

فتاویٰ حج وعمرہ (حصہ 22)

سن اشاعت : ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ / اکتوبر 2025ء

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.org

پر موجود ہے۔

فہرست فتاویٰ

صفحہ	فتاویٰ	نمبر شمار
6	پیش لفظ	1
9	﴿حج﴾	2
9	فرضیتِ حج کے بعد معذوری اور حج بدل	3
10	تاجر پر حج کی فرضیت اور اس کی مالی شرائط	4
15	منّت کے حج کا احرام باندھا تو فرض حج ادا نہ ہو گا	5
17	﴿احرام﴾	7
17	بغیر نیّت احرام باندھنے اور بعد میں نیّت کا حکم	8
22	احرام کے تعیُّن میں نیت اور زبان کے اختلاف کا حکم	9
24	عمرہ کے چار چکروں سے پہلے حج کا احرام باندھنے کا حکم	10
25	حائضہ کا طوافِ زیارت موٴخّر کر کے عمرہ کا احرام باندھنا	12
29	میقات سے حِل کے ارادے سے نکل کر بلاارادہ حرم پہنچنا	13
32	فرض و نفل یا منّت نفل یا منّت و نفل کی نیت سے احرام	14
33	احرام کے بعد داڑھی کے بال کاٹنے کا حکم	15
34	احرام میں زخمی پاؤں پر پٹی باندھنے کا حکم	16
37	احرام کے تہبند میں جوڑ لگانے کا حکم	17
38	عورت کا بلند آواز سے تلبیہ کہنا	18
42	﴿طواف و سعی﴾	19
42	حالتِ حیض میں پہلے کیے گئے طوافوں کا دوسرے سفر	20

	میں اعادہ	
21	نمازِ طواف بیٹھ کر پڑھنے کا حکم	46
22	فرض وواجب نماز سے طواف کی رکعتیں ادا نہ ہونا	47
23	عصر کے بعد طواف کی صورت میں نمازِ طواف کا وقت	49
24	طبعی حاجت کی شدت میں طواف کا حکم	51
25	نفلی سعی کرنے کا حکم	54
26	﴿حلق وقصر﴾	56
27	نامکمل تقصیر اور کفارہ کا حکم	56
28	نامکمل تقصیر کے بعد احرامِ حج باندھنے کا حکم	60
29	تقصیر کا شک اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب کا حکم	64
30	عورت کے لئے تقصیر کی مقدار	67
31	﴿رمی وقربانی﴾	70
32	موجودہ صورتحال کے تحت رمی سے پہلے قربانی کرنا	70
33	یومِ نحر میں جمرۂ عقبہ کے بجائے جمرۂ صغریٰ کی رمی کا حکم	72
34	گیارہویں اور بارہویں کی رمی زوال سے پہلے کرنے پر دم کا حکم	74
35	﴿سفر﴾	75
36	حیض کی حالت میں طائف کا سفر اور واپسی پر احرام و طوافِ وداع کا حکم	75
37	ارادۂ طائف کے ساتھ مکہ میں پندرہ دن کی نیت	77

38	مکہ میں پندرہ دن قیام کی نیت اور درمیان میں سفر کی صورتیں	81
39	﴿جنایات﴾	88
40	ایک ہاتھ کے ناخن دو مجالس میں کاٹنے کا حکم	88
41	ساتوں صدقے ایک ہی فقیر کو دینے کا حکم	91
42	﴿متفرق﴾	93
43	مسائل حج وعمرہ سیکھنے کی ضرورت اور اس کی اہمیت	93
44	علم المناسک کی اہمیت اور اسلاف کی خدمات	110
45	تنعیم کی وجہ تسمیہ	114
46	زندہ یا فوت شُدہ کی طرف سے عمرہ کرنا	115
47	ماخذ ومراجع	119

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں، مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کرکے مسئلہ معلوم کرتے ہیں اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسکِ حج وعمرہ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتادیتے ہیں حالانکہ مناسکِ حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیتِ حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ /۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ /۲۰۰۷ء

کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۹ھ /۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسکِ حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے اس کے بعد فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کے وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم ۱۴۳۳ھ /۲۰۱۲ میں، پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ /۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ /۲۰۱۳ء میں اور ۱۴۳۵ھ /۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ /۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷ھ /۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے، آپ نے کچھ جوابات زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ /۲۰۱۶ء میں دورانِ حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ /جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ /جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفر حج میں اور کچھ دارُ الافتاء النور میں مفتی صاحب نے حج وعمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا، تیرہواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ /جون ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور چودھواں حصہ

شوال المکرم ۱۴۴۰ھ /۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور پندرہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ / جون ۲۰۲۰ء میں، سولہواں حصہ ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ /جولائی ۲۰۲۰ء میں، ستر ہواں حصہ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ / دسمبر ۲۰۲۱ء میں، اٹھارواں حصہ رجب المرجب ۱۴۴۴ھ / فروری ۲۰۲۳ء، انیسواں حصہ ذوالقعدۃ ۱۴۴۴ھ /جون ۲۰۲۳ میں شائع ہوئے، بیسیواں حصہ جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ / دسمبر ۲۰۲۳ء میں اور اکیسواں حصہ جمادی الاُولی ۱۴۴۶ھ /دسمبر ۲۰۲۴ء میں شائع ہوئے۔اب بائیسواں حصہ ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ / اکتوبر ۲۰۲۵م کو جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۴۷۶ویں نمبر پر شائع کررہی ہے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

حج

فرضیتِ حج کے بعد معذوری اور حجِ بدل

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص حج کے مصارف کا مالک تھا اور تندرست تھا اور اُس نے حج نہیں کیا، یہاں تک کہ اپاہج یا مفلوج ہوگیا، کیا اُس پر اپنے مال سے حج کرانا لازم ہے؟　　(سائل: عابد، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر خود حج نہ کرسکے تو اپنے مال سے حجِ بدل کرانا لازم ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا: ولو ملكَ الزادَ والراحلةَ، وهو صحيحُ البدنِ، ولَمْ يَحُجَّ حتّى صار زَمِنًا أو مفلوجًا لزِمَه الإحجاجُ بالمالِ بلا خلافٍ.[1]

یعنی، اگر کوئی توشہ اور سواری کا مالک ہو اور صحت مند ہو اور حج نہ کرے پھر لنگڑا یا فالج زدہ ہوجائے تو اُسے بلا اِختلاف اپنے مال سے حج کرانا لازم ہے۔

اور ایسا ہی "لباب"[2] اوراس کی شرح[3] اور "مرشد السالک"[4] میں

1۔۔۔ المحيط البرهاني، كتاب المناسك، الفصل الأول في بيان شرائط الوجوب، ۳/ ۳۹۱
الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الأول في تفسير الحج وفرضيته ووقته وشرائطه وأركانه إلخ، ۱/ ۲۱۸

2۔۔۔ لباب المناسك، باب شرائط الحج، النوع الثاني: شرائط الأداء، ص ٦٥

3۔۔۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب شرائط الحج، النوع الثاني: شرائط الأداء، ص ۷۲

4۔۔۔ مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب شرائط الحج، النوع الثاني: شرائط الأداء ق ١٤/ ألف، مخطوط مصوّر

اور "حیات القلوب"[5] میں لکھا ہے۔

اور علّامہ عبد الرحمٰن بن عیسیٰ مرشدی عمری حنفی متوفی ۱۰۳۷ھ لکھتے ہیں: لأنا نری سلامةَ الجوارحِ شرط الأوّل لا الوُجوب علی ما بحثنا آنِفاً.[6]

یعنی، کیونکہ ہم اعضاء کی سلامتی کو اوّل شرط سمجھتے ہیں نہ کہ وجوب، اس بنا پر جو ہم نے ابھی بحث کی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط بھی پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپاہج وغیرہ ہوگیا کہ حج نہیں کر سکتا تو اُس پر وہ حج فرض باقی ہے۔ خود نہ کرسکے تو حجِ بدل کرائے۔[7]

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۸/ رجب، ۱٤٤٦ھ، ۱۸/ ینایر، ۲۰۲۵م

تاجر پر حج کی فرضیت اور اس کی مالی شرائط

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ اگر کسی شخص کا ذریعہ معاش صرف تجارت ہو، اور اُس کے پاس مالِ

5۔ حیات القلوب، مقدمۃ الرسالہ، فصل دوئم: دربیان شرائط حج، نوع اول درذکر شرائط وجوب حج، ص۲۹، ۳۰

6۔ فتح مسالك الرمز بشرح مناسك الكنز، كتاب الحج، ق ۹/ ب و ۱۰/ ألف، مخطوط مصوّر

7۔ بہار شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ۱/۶/۱۰۳۹

تجارت اس مقدار میں موجود ہو کہ اُسے فروخت کر کے وہ حج پر جا سکتا ہو، جبکہ وہ اُسی مالِ تجارت سے اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے اخراجات پورے کرتا ہو، تو کیا ایسے شخص پر حج فرض ہو جائے گا؟

(سائل: انیس، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں مالِ تجارت خود، اور اگر اُس کے پاس کوئی اور مال موجود ہو، تو دونوں مل کر اس کی حاجتِ اصلیہ (جیسے رہائشی مکان، وہ دکان جہاں تجارت کرتا ہے، گرمی سردی کے ضروری کپڑے، سواری، گھر کے ضروری سامان جیسے برتن، بستر، پنکھا، فرنیچر وغیرہ) اور قرض کے علاوہ اتنا زائد ہو کہ وہ مکہ مکرمہ جا سکے اور واپس آ سکے، اور وہاں کے ضروری اخراجات (جیسے رہائش، کھانے)، نیز اپنے وطن آنے کے زمانے تک اپنے اور اپنے اہل و عیال (جن کا نفقہ اُس پر لازم ہے، جیسے بیوی، بچے وغیرہ) کا خرچ، اور اگر گھر کی مرمت کی ضرورت ہو تو اُس کے لیے بقدرِ ضرورت کچھ مال چھوڑ سکے، اور اپنے اور اہل و عیال کے نفقہ میں میانہ روی (درمیانے درجے) کا لحاظ رکھا جائے، نہ افراط ہو نہ تفریط (یعنی نہ زیادتی ہو نہ کمی)، اور یہ مال اتنا ہو کہ حج کے تمام اخراجات کے بعد بھی اس کے پاس مالِ تجارت یا کوئی اور مال اتنی مقدار میں باقی رہے، جس سے واپسی کے بعد وہ اپنی اُسی تجارت کو جاری رکھتے ہوئے اپنی اور اپنے اہل و عیال کے ضروری معاش کا بندوبست کر سکے، تو ایسی صورت میں اُس شخص پر حج فرض ہو گا، ورنہ نہیں۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: (ومنها القدرةُ على الزاد والراحلة) وتفسيرُ ملك الزاد والراحلة أن يكون له مالٌ فاضلٌ عن حاجته، وهو ما سِوَى مسكنِه ولبسِه وخَدَمِه، وأثاثِ بيته قدرَ ما يُبلِّغه إلى مكة ذاهبًا وجائيًا راكبًا لا ماشيًا وسوى ما يَقضي به دُيونَه ويُمسِكُ لنفقة عِياله، ومرمَّة مسكنه ونحوه إلى وقتِ انصرافه كذا في "محيط السرخسيّ" ويُعتبر في نفقته ونفقة عياله الوَسَطُ من غير تبذيرٍ، ولا تقتيرٍ كذا في "التبيين" والعيالُ مَن تلزمه نفقتُه كذا في "البحر الرائق" ولا يَترُكُ نفقة لما بعد إيابه في ظاهر الرواية كذا في "التبيين".[8]

یعنی، حج کے فرض ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ زادِ راہ (یعنی سفر کے خرچ) اور سواری پر قدرت ہو، اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی حاجتِ اصلیہ سے زائد مال ہو، یعنی رہائشی مکان، لباس، خادم، اور گھر کے سامان کے علاوہ اتنا سرمایہ موجود ہو کہ وہ سواری پر مکہ مکرمہ جا سکے اور واپس آ سکے پیدل چلنے کا اعتبار نہیں۔ نیز وہ مال اس کے قرض سے زائد ہو، اور واپسی کے وقت تک اپنے اہل و عیال کے نفقہ، رہائش کی مرمت وغیرہ کا خرچ دے سکے۔ یہ بات "محیط سرخسی"[9] میں مذکور ہے۔ مزید یہ کہ اس

8.. الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الأول في تفسير الحج في فرضيته إلخ، ١/ ٢١٧

9.. المحيط السرخسي، كتاب الحج، ٢/ ١٣٠

کے اور اُس کے اہلِ عیال کے نفقہ میں کمی و زیادتی کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ درمیانے درجے کے خرچ کا لحاظ ہوگا جیسا کہ ''تبیین''[10] میں ہے۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس پر لازم ہے جیسا کہ ''بحر الرائق''[11] میں ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے مطابق واپسی کے بعد کے نفقہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یہ بھی ''تبیین''[12] میں ہے۔

اور فقیہ النفس علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ کے حوالے سے آگے لکھا ہے: إن كان الرجلُ تاجرًا يعيشُ بالتجارة فملكَ مالًا مقدارَ ما لو رفعَ منه الزادَ والراحلةَ لذهابه، وإيابه ونفقة أولاده وعيالِه من وقت خُروجه إلى وقت رُجوعِه ويَبقى له بعد رجوعه رأسُ مال التجارة الّتي كان يتَّجر بها كان عليه الحجُّ، وإلّا فلا.[13]

یعنی، اگر کوئی شخص تاجر ہو اور تجارت پر ہی اُس کی گزر بسر ہو، اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کے لیے جانے اور آنے، زادِ راہ اور سواری کے اخراجات، نیز نکلنے کے وقت سے واپس لوٹنے تک اولاد اور اہلِ خانہ کے خرچ پورے کرنے کے بعد، اس کے پاس وہ اصل سرمایہ باقی رہے

10... تبيين الحقائق، كتاب الحج، تحت قوله: فرض مرة على الفور بشرط حرية إلخ، ٢/ ٢٣٩

11... البحر الرائق، كتاب الحج، تحت قوله: بشرط حرية وبلوغ وعقل إلخ، ٢/ ٥٤٩

12... تبيين الحقائق، كتاب الحج، تحت قوله: فرض مرة على الفور بشرط حرية إلخ، ٢/ ٢٣٩

13... فتاوى قاضيخان، كتاب الحج، ١/ ٢٨٢، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الأول في تفسير الحج في فرضيته إلخ، ١/ ٢١٨

جس سے وہ تجارت کرتا تھا، تو اس پر حج فرض ہو گا، ورنہ نہیں۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: إن كان من التُّجّار: هل يُشترط أن يملِك ما يحجُّ به و يُنفِق في طريقه ذاهباً وجائياً نفقةً وسطاً، فاضلاً عما لا بُدّ منه وعن نفقة عيالِه إلى حين عَوده. و يَبقى من المال مقدار ما يجعلُ رأسَ مالِ التجارة، فإن كان هذا لزمه الحجُّ وإلّا فلا.[14]

یعنی، کوئی شخص تاجروں میں سے ہو تو شرط ہے کہ وہ مالک ہو اتنے مال کا جس سے وہ حج کر سکے، اور اپنے سفر کے دوران، جانے اور واپس آنے کے راستے میں درمیانے درجے کا خرچ کرے، جو اس کے لازم و ضروری خرچ اور اپنے اہل و عیال کے نفقہ سے زائد ہو، جب تک کہ وہ واپس نہ آ جائے۔ اور اس کے پاس اتنا مال بھی باقی رہے جو اس کے کاروبار کا اصل سرمایہ ہو۔ اگر یہ سب شرائط موجود ہوں تو اس پر حج فرض ہو گا ورنہ نہیں۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں اور ان سے علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نقل کرتے ہیں: أنه يُشترط بقاءُ رأسِ مالٍ لحِرفته إن احتاجت لذلك وإلّا لا.[15]

14... جمع المناسك، باب شرائط فريضة الحج، فصل في شرائط الوجوب، ص ۳۵

15... النهر الفائق، كتاب الحج، تحت قوله: وعما لا بد منه، ۲/۵٦، الدر المختار، كتاب الحج، ص ۱۵٦

یعنی، پیشہ ور کے لیے سرمایہ کا باقی رہنا شرط ہے اگر اُسے اس کی ضرورت ہو، ورنہ یہ شرط لازم نہیں۔

اس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: (قوله يشترط بقاء رأس مال لحرفته) كتاجرٍ ودِهقانٍ ومُزارعٍ كما في "الخلاصة"، ورأسُ المال يختلفُ باختلافِ الناس "بحرٌ". قلتُ: والمراد ما يُمكِنه الاكتسابُ به قدرَ كفايته وكفايةِ عياله لا أكثرَ لأنّه لا نهايةَ له.(16)

یعنی، شارح کا یہ قول کہ پیشہ ور کے لیے سرمایہ کا باقی رہنا شرط ہے، جیسے کہ تاجر، زمین دار اور کاشتکار، جیسا کہ "خلاصہ"(17) میں ہے، اور "بحر"(18) میں ہے کہ سرمایہ لوگوں کے حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ میں (علامہ شامی) کہتا ہوں: اس سے مراد وہ سرمایہ ہے جس کے ذریعے وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے بقدر کما سکے، اس سے زائد نہیں، کیونکہ زائد کی کوئی حد مقرر نہیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ٢٤ ذی القعدة، ١٤٤٦ھ-٢١ مايو، ٢٠٢٥م

منّت کے حج کا احرام باندھا تو فرض حج ادا نہ ہو گا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ

16... رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: فيمن حج بمال حرام، ٣/ ٥٢٨/ ٥٢٩

17... خلاصة الفتاوى، كتاب الحج، ١/ ١/ ٢٧٧

18... البحر الرائق، كتاب الحج، تحت قوله: بشرط حرية وبلوغ وعقل إلخ، ٢/ ٥٤٩

اگر کوئی شخص حج کی منّت مانے اور منّت پوری ہو جائے، پھر کچھ عرصہ بعد وہ صاحب استطاعت ہو جائے اور اس پر حج فرض ہو جائے، تو اگر وہ حج پر روانہ ہوتے وقت منّت کے حج کی نیت سے احرام باندھے، تو کیا اس نیت سے دونوں حج ادا ہو جائیں گے، یا صرف ایک ہی شمار ہو گا، اور دوسرا باقی رہے گا، یا دونوں ہی ساقط نہ ہوں گے؟

باسمہ تعالیٰ ونقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں فقط منّت کا حج ادا ہو گا، فرض حج ادا نہ ہو گا، لہٰذا بعد میں اس پر فرض حج ادا کرنا لازم ہو گا۔

کیونکہ فقہائے کرام نے فرض حج کے ادا ہونے کے لیے نیتِ فرض یا مطلق نیت کو شرط قرار دیا ہے، اور نفل یا منّت کی نیت سے فرض حج ساقط نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرض حج کے ادا ہونے کی شرط بیان کرتے ہوئے علامہ رحمت اللہ سندھی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولا بنيةِ النّفل) أی ولا يقع الفرضُ بنية النّفل بل لا بدّ من نية الفرض أو مطلقِ النّية ليقع عن الفرض.

یعنی، نفل کی نیت سے فرض حج ادا نہیں ہوتا، بلکہ فرض کی نیت یا مطلق نیت ضروری ہے تاکہ وہ فرض کے طور پر شمار ہو۔

اور مزید لکھتے ہیں: (إذا حجّ سقط عنه الفرضُ إن نواه) أی الفرض فی إحرام حجّه (أو أطلق النيةَ) أی وإن لم يقيّد بكونه نفلاً أو

نذراً.[19]

یعنی، اگر کوئی شخص حج کرے اور اپنے اس حج کے احرام میں فرض کی نیت کی ہو، یا نیت مطلق رکھی ہو یعنی نہ نفل کی قید لگائی ہو، نہ منت کی، تو اس سے فرض حج ساقط ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۹ ذو الحجة، ۱٤٤٦ھ۔ ۱٦ جون، ۲۰۲۵م

احرام

بغیر نیت احرام باندھنے اور بعد میں نیت کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی نے احرام باندھا اور نہ حج کی نیت کی نہ عمرہ کی پھر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھا تو کیا پہلا احرام عمرہ کا ہو گا؟

(۲)اور اگر دوسرا عمرہ کی نیت سے باندھا تو کیا پہلا احرام حج کا ہو گا؟

(۳)اور اگر دوسرے احرام میں کچھ نیت نہیں تو کیا قران ہو گا؟

(سائل: عبد اللہ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ احرام دو سفید چادریں پہن لینے کا نام نہیں کیونکہ احرام تو حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہنے سے شروع ہوتا

19... لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب شرائط الحج، النوع الرابع: شرائط وقوع الحج عن الفرض، ص ۸۷ ، ۸۸، لباب المناسك وشرحه مرشد السالك، باب شرائط الحج، النوع الرابع: شرائط وقوع الحج عن الفرض، ص ۲۰ / ب، مخطوط مصوّر

ہے۔ چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: النِّيةُ والتَّلبيةُ أو ما يقومُ مقامُها وهذا هو الإحرام.[20]

یعنی، نیت اور تلبیہ یا جو تلبیہ کے قائم مقام ہو اور یہی احرام ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: أي ما ذكر من النية والتلبية (هو الإحرام) وهو شرطٌ للحج من وجهٍ.[21]

یعنی، جو ذِکر کیا گیا یعنی نیت اور تلبیہ وہ احرام ہے اور یہ حج کے لئے اعتبار سے شرط ہے۔

اور علّامہ حنیف الدین مرشدی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں: مَا ذكر من النيةِ والتلبيةِ أو ما يقومُ مقامُهما هو حقيقةُ الإحرام وهو شرطٌ للحجّ مِن وجهٍ ورُكنٌ من وجهٍ.[22]

یعنی، نیت اور تلبیہ یا جو تلبیہ کے قائم مقام ہو، یہ ایک اعتبار سے حج کے لئے شرط اور ایک اعتبار سے رُکن ہے۔

اور علّامہ عبد اللہ بن حسن عفیف کازرونی حنفی (کان حیاً ۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں: (فرائضُه) أي الحجّ (الإحرام) أي النِّية مع التلبيةِ أو ما يقوم

20... لباب المناسك، باب فرائض وواجباته وسننه ومستحباته ومكروهاته، ص ۷۰

21... المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، ص ۹۲

22... مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب فرائض الحج، ق ۲۲/ ب، مخطوط مصوّر

مقامها من الذِّكر أو تقلِيد البدنة مع السوقِ.[23]

یعنی، حج کے فرائض میں سے احرام ہے یعنی تلبیہ کے ساتھ نیت یا جو اس کے قائم مقام ہو یعنی ذِکر یا جانور لے جانے کے ساتھ اُسے ہار پہنانا۔

اور نیت دل کے پختہ اِرادے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: نيةُ الحجِ بالقلبِ.[24]

یعنی، حج کی نیت دل سے ہوتی ہے۔

اور علّامہ حنیف الدین مرشدی حنفی لکھتے ہیں: ومحلُّها القلبُ.[25]

یعنی، نیت کا محل دل ہے۔

زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: واقترانُها باللِّسان أحبُّ.[26]

یعنی، اور نیت کا زبان سے ملانا زیادہ پسندیدہ ہے۔

اور علّامہ یحیٰ بن محمد صالح الحبّاب مکی حنفی(کان حیا ۱۱۷۸ھ) مُلّا علی قاری کے قول"نیت کا زبان سے ملانا پسندیدہ ہے" کے تحت لکھتے ہیں: قال في "الفتح": وإن ذكر بلسانه وقال نويتُ الحج وأحرمت به لله

23... أقرب المسالك إلى بغية الناسك، باب أحكام فرائض الحج إلخ، ق ١٨/ب و ١١٩/ ألف، مخطوط مصوّر

24... المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، تحت قوله: النية، ص ٩٢

25... مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب فرائض الحج، ق ٢٢/ ب، مخطوط مصوّر

26... المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، ص ٩٢

تعالیٰ لبیك إلخ فحسن لیجتمع القلب واللسان.[27]

یعنی، ''فتح القدیر''[28] میں کہا کہ اگر اپنی زبان سے ذِکر کیا اور کہا کہ میں نے حج کی نیت کی اور میں نے اللہ کے لئے حج کا احرام باندھالبیک الخ، تو یہ اچھا ہے تاکہ دل اور زبان جمع ہوجائیں۔

اور علّامہ حنیف الدین مُرشدی لکھتے ہیں: واقترانُها باللِّسان مُستحبٌ.[29]

یعنی، نیت کا زبان سے ملانا مستحب ہے۔

اور حج وعمرہ میں احرام شرط ہے۔ مزید دلائل اور تفصیل ہمارے سابقہ فتاویٰ حج وعمرہ نمبر (F-495) فتویٰ: صرف نیت کرنے سے احرام نہ ہو گا؟ اور (F-674) فتویٰ: احرام کی نیت کے بغیر تلبیہ کہنا، اور (F-707) فتویٰ: ''بغیر نیت وتلبیہ صرف دوچادریں پہن لینا'' میں ملاحظہ کریں۔

(۱، ۲) اس لئے بغیر حج وعمرہ کی نیت سے باندھے ہوئے احرام سے اُس کا پہلا احرام حج یا عمرہ کا نہیں ہوا، بلکہ درحقیقت وہ اس کا پہلا احرام نہیں ہے کیونکہ پہلا احرام تو وہ ہے جو اُس نے پھر حج یا عمرہ کی نیت سے باندھا تھا۔

(۳) جب دوسرے احرام میں کچھ نیت نہیں کی وہ احرام نہ ہوا بلکہ پہلا

27۔۔۔ حاشیة الحباب علی شرح منسك اللباب للقاری، باب فرائض الحج، ق ۲۲/ب، مخطوط مصوّر

28۔ فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: فإن کان مفردا نوی بتلبیته الحج، ۲/ ۳٤۱

29۔۔۔ مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب فرائض الحج، ق ۲۲/ ب، مخطوط مصوّر

احرام اگرچہ حج یا عمرہ کی نیت سے باندھا ہو، وہی منعقد ہوا، اور اُس کا حج حج قِران نہ ہوگا کیونکہ قِران میں عمرہ اور حج کا احرام یا تو میقات سے ایک ساتھ باندھا جاتا ہے۔

چنانچہ علّامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علّامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: هو: أن يُهِلّ بالعُمرة والحجِ معًا مِن الميقاتِ۔[30]

یعنی، قِران یہ ہے کہ میقات سے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے۔

یا الگ الگ جیسے پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر طواف عمرہ کے چار چکر ہونے سے قبل حج کا احرام باندھ لیا۔ چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: قبلَ أكثرِ طوافِ العُمرة و يُؤدِّيهما في أشهُرِ الحجِّ.[31]

یعنی، طواف عمرہ کے اکثر چکر سے قبل احرامِ حج باندھے اور حج وعمرہ دونوں کو حج کے مہینوں میں ادا کرے تو وہ قارن ہوجائے گا۔

یا پہلے حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کا۔ چنانچہ علّامہ عبد الرحمٰن بن عیسیٰ مرشدی عُمری حنفی متوفی ۱۰۳۷ھ لکھتے ہیں: لو أحرم بالحجِّ ثمّ أحرمَ

30... مختصر القدوری، کتاب الحج، باب القران، ص ۷۰ (ملتقى الأبحر، کتاب الحج، باب القران والتمتع، ص ۲۰۳

31... لباب المناسك، باب القران، ص ۱۷۲

بالعُمرة قبل أن يطوفَ له صار قارناً لما ذكرنَا.[32]

یعنی، اگر حج کا احرام باندھا تھا پھر حج کے طواف سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو وہ قارِن ہوجائے گا اُس وجہ سے جس کو ہم نے ذِکر کیا۔

مگر اس صورت میں وہ اساءت کا مرتکب ہوگا۔ چنانچہ علّامہ مرشدی لکھتے ہیں: وأساءَ لتقديمِ إحرامِ الحجِّ على إحرامِ العُمرةِ لأنّها مُقدّمةٌ عليهِ فعلاً فكذا إحراماً.[33]

یعنی، اور اُس نے حج کے احرام عمرہ کے احرام پر مقدم کرکے بُرا کیا کیونکہ عمرہ حج پر مقدم ہے پس اسی طرح احرام بھی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ١٨/ رجب، ١٤٤٦هـ، ١٨/ يناير، ٢٠٢٥م

احرام کے تعیُّن میں نیت اور زبان کے اختلاف کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص احرام باندھتے وقت زبان سے عمرہ کا نام لیتا ہے، مگر دل میں حج کی نیت ہوتی ہے، یا زبان سے حج کہتا ہے لیکن نیت عمرہ کی ہوتی ہے، تو ایسے شخص کا احرام حج کا شمار ہوگا یا عمرہ کا؟ اسی طرح اگر تلبیہ کہتے وقت زبان سے حج یا عمرہ کا نام لے لیکن دل میں اس کے برعکس کی نیت ہو، یا

32... فتح مسالك الرمز بشرح مناسك الكنز، باب القران، تحت قوله: يقول اللهم إني أريد إلخ، ق ١١٧/ ألف، مخطوط مصوّر

33... فتح مسالك الرمز بشرح مناسك الكنز، باب القران، تحت قوله: يقول اللهم إني أريد إلخ، ق ١١٧/ ألف، مخطوط مصوّر

زبان سے حج و عمرہ دونوں کہہ دے مگر دل میں صرف ایک کی نیت ہو، تو ایسی صورتوں میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کا مدار نیت پر ہے، زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا اعتبار نہیں، جو نیت کی جائے احرام اُسی کا ہوگا۔ چنانچہ علامہ رضی الدین وبرہان الاسلام محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی طرسوسی حنفی متوفی ۷۵۸ھ، فقیہ النفس علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ، علامہ فرید الدین عالم بن علاء دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: رجل لبّیٰ بحجۃٍ، فنوی بقلبه العمرة، أو لبّی بعمرة ونوی بقلبه الحجّ، أو لبّی بهما جمیعاً ونوی أحدهما، أو لبّی بأحدهما ونوی کلاهما، أن العبرة لما نوی۔ (واللفظ للثانی والثالث)[34]

یعنی، جو شخص تلبیہ میں حج کہے مگر دل میں عمرہ کی نیت کرے، یا عمرہ کہے اور دل میں حج کی نیت ہو، یا تلبیہ میں حج و عمرہ دونوں کا ذِکر کرے مگر نیت صرف ایک کی کرے، یا صرف ایک کا نام لے اور نیت دونوں کی ہو تو اعتبار نیت کا ہوگا۔

34۔ المحیط السرخسی، کتاب الحج، باب الإحرام، ۲/ ۱٤۲، فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة، کتاب الحج، فصل فی العمرة، ۱/ ۳۰۱، الدر السّنیّة فی شرح الفوائد الفقهیة، کتاب الحج، ص ۱۵۳، الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الحج، الفصل الثالث فی تعلیم أعمال الحج، ۳/ ٤۸۳، الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثالث فی الإحرام، ۱/ ۲۲۳

ایسا ہی "بہار شریعت"[35] میں لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٢٧ ذو الحجة، ١٤٤٦ھ۔ ٢٣ جون، ٢٠٢٥م

عمرہ کے چار چکروں سے پہلے حج کا احرام باندھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئی اور پاک ہونے کے بعد عمرہ شروع کرنے سے قبل یا چار چکر پورے کرنے سے قبل اس نے قِران کی نیت کرلی یعنی عمرہ کا احرام تو پہلے ہی تھا، اب اس نے حج کا احرام بھی باندھ لیا تو کیا اس کا یہ فعل اسے قارِنہ بنادے گا یا نہیں، اور کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ (سائل: معرفت تاج نواب، بہادر آباد، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت قارِنہ ہو جائے گی اور ایسا کرنا درست ہے۔

چنانچہ فقیہ النفس علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی طرسوسی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

المحرِم بالعُمرَة إذا أحرَم بالحجّ، إن أحرم قبل أن يطُوف لعمرته، يكون قارِنًا، وكذا لو أحرم بعد ما طاف لها شوطًا أو شوطَين أو ثلاثًا، وإن أحرم بعد ما طاف لها أربعة أشواط، كان متمتِّعًا.[36]

یعنی، اگر کوئی شخص عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حج کا احرام

35... بہار شریعت، حج کا بیان، احرام کا بیان، ١/٦/١٠٧٦

36... فتاوی قاضیخان علی هامش الهندية، كتاب الحج، فصل في العمرة، ١/٣٠١، الدر السنية في شرح الفوائد الفقهية، كتاب الحج، ق١٦/ب، مخطوط مصوّر

باندھے تو اگر اس نے عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے احرام باندھا ہو تو وہ قارن شمار ہوگا، اور اگر ایک، دو یا تین چکر طواف کے کر لینے کے بعد احرام باندھا ہو، تب بھی وہ قارن ہوگا، لیکن اگر اس نے چار چکر مکمل کرنے کے بعد احرام باندھا ہو تو وہ متمتع قرار پائے گا۔

اور ''بہار شریعت''[37] میں بھی اسی مسئلہ کی وضاحت موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ۲۷ ذو الحجة، ۱٤٤٦ھ . ۲۳ جون، ۲۰۲۵م

حائضہ کا طوافِ زیارت مؤخّر کر کے عمرہ کا احرام باندھنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ ایک عورت نے حج کی ادائیگی کے دوران وقوفِ عرفہ مکمل کیا، اور جب مزدلفہ پہنچی تو اُسی رات اسے حیض شروع ہو گیا، جس کی وجہ سے وہ طوافِ زیارت نہ کر سکی، البتہ بارہ ذی الحجہ کی رمی سمیت باقی تمام افعالِ حج ادا کیے اور احرام سے باہر آ گئی۔ پھر ایامِ حیض ہی میں مدینہ منورہ چلی گئی۔ بارہ ذی الحجہ کے بعد وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آئی، اور جب پاک ہوئی تو پہلے عمرہ ادا کیا، پھر اسی دن شام میں طوافِ زیارت اور سعی کی، اور بعد میں دم بھی دے دیا۔

اب دریافت طلب اُمور درج ذیل ہیں:

37۔ بہار شریعت، حج کا بیان، قران کا بیان، ۱/۶/۱۱۵۴

1. مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آنا، باوجودیکہ طوافِ زیارت ابھی باقی تھا، تو کیا دو احرام جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم آئے گا؟
2. پاک ہونے کے بعد فوری طوافِ زیارت کرنے کے بجائے پہلے عمرہ کرنا اور طوافِ زیارت میں بلاعُذر تاخیر کرنا، کیا اس وجہ سے بھی دم لازم ہوگا؟
3. اگر دونوں صورتوں میں دم لازم ہو تو کیا دو دم واجب ہوں گے؟
4. چونکہ عمرہ مکمل کر لیا گیا، تو کیا اب اس کی قضا لازم نہیں ہوگی؟
براہِ کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ (سائلہ: فریال رفیق، لاہور)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں مذکورہ عورت پر لازم ہے کہ صدقِ دل سے توبہ و استغفار کرے، کیونکہ اُس نے طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قبل عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا، یوں حج و عمرہ کی دو عبادات کو جمع کیا، جو کہ شرعاً ناجائز عمل ہے۔ البتہ چونکہ اُس پر اس فعل کی وجہ سے دم لازم تھا اور وہ ادا کر چکی ہے، اس لیے دوبارہ دم دینے کی ضرورت نہیں۔

جہاں تک طوافِ زیارت میں تاخیر کا تعلق ہے، تو چونکہ ایامِ نحر میں وہ حائضہ تھی، اس لیے اس تاخیر پر کوئی دم لازم نہیں آتا، اگرچہ اُس نے طوافِ زیارت سے قبل افعالِ عمرہ (یعنی طواف، سعی اور تقصیر) انجام دیے، کیونکہ تاخیر کا سبب شرعی عذر (حیض) تھا، اور پاک ہونے کے بعد اُس نے

طوافِ زیارت اور سعی ادا کر لی، لہٰذا تاخیر کا دم نہیں ہے۔

رہی بات عمرہ کی قضا کی، تو چونکہ اُس نے احرامِ عمرہ کو توڑا نہیں بلکہ مکمل طور پر عمرہ ادا کر لیا، اس لیے اُس پر عمرہ کی قضا بھی لازم نہیں۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولو أهلّ بها فی أیام النّحر والتّشریق قبل الحلق وجب الرفضُ) أی اتفاقاً (والدّمُ والقضاءُ، وكذا بعد الحلق) أی یجب الرّفض والدّم والقضاء علی الأصح.[38]

یعنی، اگر ایامِ نحر اور ایامِ تشریق میں حلق سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ لیا، تو بالاتفاق اس احرام کو توڑنا واجب ہو گا، اور (ساتھ ہی) دم اور قضا بھی لازم ہوں گے۔ اسی طرح اگر حلق کے بعد عمرہ کا احرام باندھے، تو (بھی) اصح قول کے مطابق اس احرام کو توڑنا، دم دینا، اور قضا کرنا واجب ہو گا۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد الحلق والطواف قبل از سعی بین الصفا والمروۃ یا بعد الحلق والطواف والسعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ ونیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفض واگر رفض نکرد واجب آید د

38... المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب إضافة أحد النسكین، ص ٤١٨

بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک۔[39]

یعنی، اگر کوئی شخص وقوفِ عرفہ کے بعد حلق سے پہلے، یا حلق کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے، یا حلق اور طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی سے پہلے، یا حلق، طواف اور سعی کے بعد رمی جمار سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ لے، تو ان تمام صورتوں میں اس پر عمرہ کو چھوڑ دینا (یعنی احرام توڑ دینا) واجب ہوگا، اور اس احرام کے ترک کی وجہ سے ایک دم بھی واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے عمرہ کا احرام نہ توڑا، تو پھر دو عبادتوں (یعنی حج اور عمرہ) کو ایک ساتھ جمع کرنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا۔ (اور حاشیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ: اس احرام کو توڑنے کی صورت میں جس عمرہ کا احرام باندھا گیا تھا، اس کی قضا بھی واجب ہوگی)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "در مختار"[40] کے حوالے سے لکھتے ہیں: دسویں سے تیرھویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے، اگر باندھا تو توڑ دے اور اُس کی قضا کرے اور دَم دے اور کرلیا تو ہوگیا مگر دَم واجب ہے۔[41]

اور حیض کی وجہ سے طوافِ زیارت میں تاخیر پر دم واجب نہ

39۔ حیات القلوب، باب دہم در رمی جمار، فصل ششم در بیان کیفیۃ رُجوع بعد فراغ رمی جمار، ص ۲۲۲

40۔ الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۱۷۱

41۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے کا بیان، احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا، ۱/۶/۱۱۹۳

ہونے کے متعلق مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: فی "البحر الزّاخِر" من أنّ المرأة إذا حاضت أو نُفِست قبل أيام النّحر، فطَهرت بعد مضيِّها، فلا شيء عليها.[42]

یعنی، "البحر الزّاخر"[43] میں یہ مذکور ہے کہ اگر عورت ایامِ نحر سے پہلے حائضہ یا نفاس والی ہو جائے، پھر ایامِ نحر گزرنے کے بعد پاک ہو، تو اس پر کچھ (یعنی دم وغیرہ) لازم نہیں آتا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس،۱ ذو الحجۃ،١٤٤٦ھ-٢٩ مایو، ٢٠٢٥م

میقات سے حِل کے ارادے سے نکل کر بلا ارادہ حرم پہنچنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ افراد مدینہ منوّرہ سے بغیر احرام کے جدّہ جانے کی نیت سے روانہ ہوئے، لیکن ڈرائیور کی غلطی سے وہ مکہ مکرمہ کی حدودِ حرم میں داخل ہوگئے، تو کیا ان پر دم یا کوئی کفّارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

(سائل: معرفت: کاشف قادری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی وہ افراد جدّہ

42۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الخامس: الجنايات في أفعال الحج، فصل في طواف الزيارة للحائض، تحت قوله: أو حاضت قبل أيام النحر إلخ، ص ٤٩٦

43۔ نوٹ: ہمارے پاس موجود "البحر الزاخر" کے مخطوط میں یہ عبارت کثیر تلاش کے باوجود نہیں مل سکی۔

جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اور ان کا مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا کوئی قصد نہ تھا، بلکہ ڈرائیور کی غلطی سے بلاارادہ حدودِ حرم میں داخل ہو گئے، تو ان پر نہ احرام لازم تھا، نہ ہی ان پر کوئی دم یا کفّارہ لازم آئے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میقات کے اندر نہیں بلکہ باہر ہے، لہٰذا وہاں سے آنے والا شخص آفاقی شمار ہوتا ہے۔اور آفاقی پر احرام باندھنا اُس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ میقات سے گزرتے وقت مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔اگر میقات سے گزرتے وقت اس کا مکہ یا حرم میں جانے کا قصد نہ ہو، اور وہ کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہو، تو احرام باندھنا اس پر واجب نہیں ہوتا۔

لہٰذا اگر ایسا شخص بعد میں لاعلمی یا ڈرائیور کی غلطی سے حدودِ حرم میں داخل ہوجائے تو یہ بلا اِرادہ دخول کہلائے گا جس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں۔

چنانچہ قاضی القُضاۃ شیخ الاسلام محمد ابو البقاء ابن ضیاء حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:لا يجوزُ لمن قصدَ دخولَ مكةَ لحاجةٍ أو غيرِها أن يُجاوزَها إلّا مُحرماً... وفعلَ ما لا يجوزُ ممّا ذكرنا موجبٌ للدّم وحَجّة أو عُمرة.(44)

یعنی،جو شخص کسی ضرورت یا بلا ضرورت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے

44۔ منية الناسك في خلاصة المناسك، فصل في الميقات المكاني والزماني، ق ۳/ب، ٤/ ألف، مخطوط مصوّر

کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھے۔ اور ان امور میں سے کسی کا ارتکاب جن کا ہم نے ذِکر کیا، جو جائز نہیں، وہ دم اور حج یا عمرہ لازم ہونے کا سبب ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اگر آفاقی عبور کند بریں مواقیت مذکورہ وارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخولِ ارضِ حرم را واجب گردد بروی ادائے احدُ النسکین اعنی حج یا عمرہ وواجب شود بروے احرام برائے آن۔[45]

یعنی، اگر آفاقی مذکورہ میقاتوں میں سے کسی میقات کو عبور کرے اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ہو، تو اس پر حج یا عمرہ، ان دونوں میں سے کسی ایک کی ادائیگی واجب ہوگی، اور اس کے لیے ان میں سے کسی ایک کے لیے احرام باندھنا بھی لازم ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: والمعتبرُ القصدُ عند المجاوَزَة لا عند الخروجِ من بيته.[46]

یعنی، اعتبار اُس ارادے کا ہوگا جو میقات سے گزرتے وقت کیا جائے، نہ کہ اس نیت کا جو گھر سے نکلتے وقت کی گئی ہو۔

45۔ حیات القلوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج وغیرہ، ص۵۸

46۔ رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الحج، مطلب: في المواقيت، تحت قوله: أما لو قصد موضعاً من الحل، ۳/ ۵۵۲

اس بارے میں مزید دلائل ہمارے سابقہ فتویٰ میں ملاحظہ کریں جس کا عنوان "باپردہ عورت کے لئے نیتِ احرام کی جگہ" ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۷/ رمضان، ۱٤٤۱ھ-۲۱/ مایو، ۲۰۲۰م

فرض و نفل یا منّت نفل یا منّت و نفل کی نیت سے احرام

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص ایک ہی وقت میں فرض اور نفل یا منّت اور نفل کی نیت سے احرام باندھے، تو اس کا حج شرعاً کس نوعیت کا شمار ہو گا؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں وہ حج نفل شمار ہو گا۔ چنانچہ علامہ کمال الدین عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸٦۱ھ لکھتے ہیں، اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے اسے نقل کیا ہے: ولو أحرم نذراً ونفلًا كان نفلًا أو نوى فرضًا وتطوُّعًا كان تطوعًا.[47]

یعنی، کسی نے منّت و نفل یا فرض و نفل کا احرام باندھا تو نفل ہو گا۔

ایسا ہی "بہار شریعت"[48] میں لکھا ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۰ ذو الحجة، ۱٤٤٦ھ. ۱٦ جون، ۲۰۲۵م

47۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام، ۲/ ۳٤٤، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثالث فى الإحرام، ۱/ ۲۲۳

48۔ بہار شریعت، حج کا بیان، احرام کا بیان، ۱/٦/۱۰۷٦

احرام کے بعد داڑھی کے بال کاٹنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ "فتاویٰ عالمگیری" (مترجم)، جلد دوم صفحہ ۶۴ پر یہ مسئلہ لکھا ہے: "سر منڈوانے کے بعد داڑھی ذرا نہ کترے اور اگر کترے تو کچھ اس پر واجب نہیں ہوتا۔" جبکہ یہ بات واضح ہے کہ ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرنا گناہ ہے۔ تو اس عبارت سے کیا مراد ہے، کیا یہ جواز کی طرف اشارہ ہے یا اس کا مطلب کچھ اور ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس سے مراد یہ ہے کہ احرام سے نکلنے کے بعد داڑھی کے بال کاٹنا ممنوعاتِ احرام میں شامل نہیں، اس لیے اگر کوئی کاٹ لے تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ البتہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک مٹھی سے کم داڑھی کرنے والا گناہگار نہ ہوگا۔

چنانچہ امام اہلِ سنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ اسی مسئلے کے تحت لکھتے ہیں: أقولُ: أي ليس عليه أن يأخُذَ مِن لِحْيَته شيئًا وإن كانَتْ تَزِيدُ على قبضَةٍ، أو لا يَحِلُّ له أن يأخذ مِنها شيئًا إذالم تَزِدْ عليها، أو شيئًا ينقصُها منها، وعلى كُلٍّ فليسَ الأخْذُ مِنها حينئذٍ مِن مَحظوراتِ الإحرامِ، فإن فعَلَ فلا يجبُ عليه كفّارةٌ أصلًا، هكذا يَنبَغي أن يُفهَم هذا المقامُ۔[49]

49۔ التعليقات الرضوية على الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج، ص ۸۳

یعنی، میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر داڑھی کے کچھ بال کاٹنا لازم نہیں اگرچہ وہ ایک مٹھی سے زیادہ ہو۔ یا یہ کہ اگر وہ ایک مٹھی سے زیادہ نہ ہو تو کاٹنا جائز نہیں۔ یا یہ کہ ایسا کاٹنا جائز نہیں جو داڑھی کو (مٹھی سے) کم کرے۔اور ہر صورت میں داڑھی کے کچھ بال کاٹنا اس وقت ممنوعاتِ احرام میں سے نہیں ہے، لہٰذا اگر کاٹے بھی تو اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں۔ یہی بات اس مقام کو سمجھنے کے لیے مناسب ہے۔

اور یہی بات صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ کے کلام سے بھی مفہوم ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: اس موقع پر سر مونڈانے کے بعد مونچھیں ترشوانا، موئے زیر ناف دُور کرنا مستحب ہے اور داڑھی کے بال نہ لے اور لیے تو دَم وغیرہ واجب نہیں۔[50]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٥ صفر ١٤٤٧ھ . ٣٠ جولائی ٢٠٢٥م

احرام میں زخمی پاؤں پر پٹی باندھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو پاؤں میں ایکسیڈنٹ کے باعث ایسا زخم لگا ہو جس سے خون اور پیپ مسلسل بہتا ہو، تو کیا وہ احرام کی حالت میں زخمی مقام پر پٹی باندھ سکتا ہے، جب کہ پٹی باندھنے سے پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی بھی چھپ جائے گی، جس کا احرام میں کھلا رکھنا ضروری ہے، ایسی

50۔ بہار شریعت، حج کا بیان، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، ۱/۶/۱۱۴۳

صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟(سائل: معرفت شہزاد قادری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں پٹی باندھنا شرعاً جائز ہے، کیونکہ احرام میں چہرے اور سر کے سوا بدن کے دیگر حصوں پر پٹی باندھنے کی ممانعت نہیں۔ اور جب زخم سے خون یا پیپ بہہ رہا ہو، جس کے باعث لباس، احرام اور فرشِ مسجد وغیرہا ناپاک ہونے لگیں، تو ایسی حالت میں پٹی باندھنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ عُذر کی وجہ سے کوئی کراہت بھی نہیں۔

چنانچہ علامہ شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ اور قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد ابی النجا ابن الضیاء حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں: وَإنْ عَصَبَ شيئًا مِنَ جَسده من علّةٍ أو غيرِ عِلّة فلا شيءَ عليه لأنّه غيرُ ممنوعٍ عن تغطيةِ سائرِ الجسد سِوى الرّأسِ والوجهِ، ولكنْ يُكره له أن يفعلَ ذلكَ من غيرِ علّةٍ۔ (واللفظ للأوّل)[51]

یعنی، اگر کوئی اپنے بدن کے کسی حصے پر عذر کی وجہ سے یا بلا عذر پٹی باندھے، تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ مُحرم کے لیے سر اور چہرے کے علاوہ باقی جسم کو ڈھانپنا ممنوع نہیں ہے، البتہ بغیر کسی عذر کے ایسا کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ "ممنوعاتِ احرام" کے بیان میں لکھتے ہیں: بَعد الإحرامِ يَتّقِي سَتْرَ الوجهِ والرّأس بِخلَافِ بَقِيَّةِ

51۔ کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب ما یلبسه المحرم من الثیاب، ۲/ ٤/ ۱۱۵، منیة الناسك، فصل فی اللبس، ق ۷/ ب، ۸/ ألف، مخطوط مصوّر

الْبَدَنِ.[52]

یعنی، احرام کے مُحرم چہرہ اور سر کو ڈھانپنے سے اجتناب کرے، برخلاف بدن کے باقی حصوں کے (کہ انہیں ڈھانپنے کی ممانعت نہیں)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: "یہ باتیں احرام میں جائز ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: (۴۵) مونھ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا۔[53]

اور یہ اس لیے کہ احرام میں ممانعت پاؤں میں ایسا جوتا یا موزہ وغیرہ پہننے کی ہے جس سے پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی یا اس کے اوپر کا حصہ کسی بھی جہت سے ڈھک جائے، جبکہ یہاں محض زخم پر پٹی باندھی جا رہی ہے، جو پہننے کے حکم میں نہیں ہے بلکہ صرف ڈھکنے کا عمل ہے؛ اس کی نظیر وہ صورت ہے کہ حالتِ احرام میں کوئی شخص سوتے یا جاگتے ہوئے اپنے پاؤں کو احرام کی چادر یا کسی اور کپڑے سے ڈھک لے، تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔

چنانچہ علامہ حصکفی حنفی "ممنوعاتِ احرام" کے بیان میں لکھتے ہیں:

بَعد الإحرامِ يَتّقِي..... لُبسَ قَميصٍ وسَراوِيلَ أي كُلَّ مَعمولٍ عَلى قدرِ بدنٍ أو بَعضِه وقَباءٍ ولو لَم يُدخِل يَديه فِي كُمّيه جاز إلّا أن يُزرِّره أو يُخَلِّله، ويجوزُ أن يَرتَدِي بقميصٍ وجُبّةٍ ويَلتَحِفَ به في نومٍ أو غيرِه اتّفاقًا.[54]

52۔ الدر المختار، کتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد بالحج، ص ۱۵۹، ۱۶۰

53۔ بہار شریعت، حج کا بیان، احرام کا بیان، ، ۱/۶/۱۰۸۲

54۔ الدر المختار، کتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد بالحج، ص ۱۵۹، ۱۶۰

یعنی، احرام کے بعد مُحرم قمیص اور شلوار پہننے سے پرہیز کرے یعنی ہر اس کپڑے کو پہننے سے بچے جو پورے بدن یا بدن کے کسی حصے کے مطابق سلا ہوا ہو، نیز قبا پہننے سے بھی بچے۔ البتہ اگر قبا کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے تو اس کا پہننا جائز ہے، مگر یہ کہ اسے گھنڈی (گریبان کو بند کرنے کے لیے کپڑے یا دھاگے کا گول بٹن) یا کانٹے سے اٹکادے تو پھر جائز نہیں، اور بالاتفاق یہ جائز ہے کہ مُحرم قمیص یا جُبّہ کو بطور چادر استعمال میں لائے یا سونے وغیرہ کی حالت میں جُبّہ کو اوڑھنے کے طور پر استعمال کرے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۲ محرم ۱٤٤٧ھ۔ ١٦ جولائی ۲۰۲۵م

احرام کے تہبند میں جوڑ لگانے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ احرام کی چادریں چھوٹی پڑ رہی ہیں تو کیا نیچے کی چادر میں جوڑ لگاسکتے ہیں؟ کیونکہ احرام میں تو بے سلا لباس پہننا چاہیے؟(سائلہ: ایک بہن معرفت محمد جنید، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں جوڑ لگانا جائز ہے، اور اس پر نہ دم لازم ہوگا نہ صدقہ، مگر افضل یہی ہے کہ سلائی بالکل نہ ہو۔

جیسا کہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اگر بپوشد محرم ازار یا رداء مرقع را کہ دوختہ شدہ است دروے خرقہ را بر خرقہ جائز باشد لیکن افضل آنست کہ خیاطۃ نباشد اصلاً۔[55]

یعنی، اگر مُحرم ایسا تہبند یا چادر پہنے جو گُدڑی کی طرز پر پیوند در پیوند

55... حیات القلوب، باب اول در بیان احرام، فصل چہارم در بیان کیفیت احرام، ص ۳۷

سی کر تیار کی گئی ہو تو جائز ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ سلائی بالکل نہ ہو۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت،١٩ ذی القعدۃ،١٤٤٦ھ-١٦ مايو، ٢٠٢٥م

عورت کا بلند آواز سے تلبیہ کہنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے مردوں کے لیے سنا ہے کہ وہ باآواز بلند تلبیہ کہیں مگر عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے، اگر عورت باآواز بلند تلبیہ کہے تو کیا حکم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عورت پر لازم ہے کہ آہستہ آواز کے ساتھ تلبیہ کہے کہ آواز دوسروں تک نہ جائے جبکہ مردوں کا تلبیہ میں اپنی آوازوں کو بلند کرنا سنّت کہا گیا ہے اور بالاجماع مستحب بھی۔

چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: وينبغی أن يرفع صَوْته بالتلبية، وأنه مستحب بالإجماع؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: ''أَمَرَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي وَمَنْ مَعِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ''. ولِقوله صلى الله عليه وسلم: ''أَفْضَلُ الحَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ'' -فالعجّ رفع الصوتِ بالتلبية.[56]

یعنی، اور چاہیے کہ وہ تلبیہ میں اپنی آواز بلند کرے، اور یہ بالاتفاق مستحب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبرئیل علیہ السلام نے حکم پہنچایا کہ میں اپنے صحابہ اور جو میرے ساتھ ہیں انہیں حکم دوں کہ

56۔ المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك، ١/ ٣٤٣، ٣٤٤

وہ تلبیہ میں اپنی آوازیں بلند کریں۔[57] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے بھی کہ: حج کی سب سے افضل چیز بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور قربانی کا خون بہانا ہے۔[58] چنانچہ عَجّ سے مراد تلبیہ بلند آواز سے کہنا ہے۔

اس عبارت کے ضمن میں مذکور حدیث شریف کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: اصحاب سے مراد ساری امت کے مرد ہیں، عورتوں کو اونچی آواز سے تلبیہ کہنا منع ہے، وہ اتنی پست آواز سے کہیں کہ خود اپنی آواز سُن سکیں، مرد بھی اتنی اونچی آواز نہ کریں کہ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ درمیانی اونچی آواز سے کہیں۔(مرقات)[59] یہ بلند آواز سنت ہے جس کا ثواب زیادہ ہے اگر پست آواز سے کہیں تو گنہگار نہیں، ہاں ثواب کم ہوجائے گا۔[60]

اور علامہ کرمانی حنفی نے مردوں کا تلبیہ میں آواز بلند کرنے کو مستحب لکھا تھا جبکہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ عبد اللہ بن حسن عفیف کازرونی حنفی متوفی ۱۱۰۲ھ نے اسے "احرام کی سنتوں" کے بیان میں ذِکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: (ورفعُ الصَّوتِ بها) أي التلبية لشهادة الأرضِ والحَجَرِ والمَدَرِ والشَّجَرِ له إلّا المرأةَ، فإنّها لا ترفعُ

57۔ سُنَن أبي داود، كتاب المناسك، باب كيف التلبية، برقم: ١٨١٤، ٢/ ٢٧٨

58۔ سُنَن الترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء فى فضل التلبية والنحر، برقم: ٨٢٧، ٢/ ١٥

59۔ مرقاة المفاتيح، كتاب المناسك، باب الإحرام والتلبية، ٥/ ٤٥٤

60۔ مرآۃ المناجیح، حج کا بیان، احرام وتلبیہ کا بیان، ۴/ ۱۲۰

لأنها صوتَها عورتها فيجب إخفاءُها. (واللفظ للثاني)[61]
یعنی، اور تلبیہ بلند آواز سے کہے تا کہ زمین، پتھر، کنکریاں اور درخت اس کے گواہ بنیں، مگر عورت اپنی آواز بلند نہ کرے کیونکہ عورت کی آواز عورت (یعنی پردہ میں رکھی جانے والی چیز) ہے، لہٰذا اس پر اپنی آواز چھپانا واجب ہے۔

اور مردوں کے لیے بلندیٔ آواز کی حد بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مرد بآواز (تلبیہ) کہیں مگر نہ اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف ہو۔[62]

مگر عورت تو وہ اپنی آواز کو پست رکھے گی بلند نہیں کرے گی۔ چنانچہ علامہ کرمانی حنفی[63] لکھتے ہیں: والمرأة لا ترفعُ صوتها؛ بل تخفضُ؛ لقوله تعالىٰ: "فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ"[64].
یعنی، عورت تلبیہ میں اپنی آواز بلند نہ کرے بلکہ آہستہ پڑھے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تم بات میں نرمی نہ کرو (یعنی ایسا لہجہ نہ اپناؤ جو غیر مردوں کے دل میں میلان پیدا کرے)۔

61۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الإحرام، سنن الإحرام، ص ۱۲۸، أقرب المسالك، باب في بيان أحكام الإحرام، فصل في بيان صفة الإحرام، ق ۳۶/ ب، مخطوط مصوّر

62۔ بہار شریعت، حج کا بیان، احرام کا بیان، احرام میں مرد و عورت کے فرق، ۱/۶/۱۰۸۳

63۔ المسالك في المناسك، القسم الثاني: في بيان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك، ۱/ ۳۴۲

64۔ الاحزاب، ۳۳/ ۳۲

اور قاضی شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد طرابلسی حنفی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: ولا ترتفعُ صوتَها بالتلبية.[65]
یعنی، عورت اپنی آواز تلبیہ میں بلند نہ کرے۔

اور عورت کی آواز کی حد بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: لا ترفعُ صوتَها بها، بل تُسمع نفسَها لا غير.[66]
یعنی، عورت تلبیہ میں اپنی آواز بلند نہ کرے، بلکہ اتنی آہستہ پڑھے کہ خود سن سکے، دوسرا نہ سن سکے۔

اور عورتیں اپنی آواز کو کتنا پست رکھیں تو اس کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں: عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نا محرم سُنے، ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔[67]

اور آگے لکھتے ہیں: عورتیں پست آواز سے (تلبیہ کہیں) مگر نہ اتنی پست کہ خود بھی نہ سُنیں۔[68]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٤/ ربيع الأول، ١٤٤٧هـ، ٢٩/ أغسطس، ٢٠٢٥م

65۔ منهج السالك وشرعة الناسك، فصل فی مجاوزة الميقات بغير إحرام، ق ١٧/ ب، مخطوط مصوّر

66۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: شرط التلبية أن تكون باللسان، تحت قوله: أو امرأة، ١٤٧

67۔ بہار شریعت، حج کا بیان، احرام کا بیان، احرام میں مرد و عورت کے فرق، ۱/۶/۱۰۸۳

68۔ بہار شریعت، حج کا بیان، احرام کا بیان، احرام میں مرد و عورت کے فرق، ۱/۶/۱۰۸۳

طواف وسعی

حالتِ حیض میں پہلے کیے گئے طوافوں کا دوسرے سفر میں اعادہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے اپنی عادت کے دن پورے کرکے غسل کیا اور عمرہ ادا کیا، پھر دوسرا عمرہ ادا کیا، یعنی ایک عمرہ مکمل کرکے تقصیر کی، پھر دوبارہ عمرہ ادا کیا، تو اس طرح دو عمرے ادا کیے۔ بعد میں دس دن سے پہلے دوبارہ اس کو خون آیا، اس کے بعد وہ مدینہ شریف چلی گئیں۔ جب دس دن سے پہلے خون آگیا، تو اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ جو عمرے ادا کیے تھے وہ حیض کی حالت میں ادا کیے گئے، اور ان کا اعادہ اس پر واجب ہوگیا کہ انہیں دوبارہ کرنا ہوگا۔ اگر اعادہ کرلیتی ہے، تو اس پر دم وغیرہ کچھ بھی نہیں آئے گا، کیونکہ "فتاویٰ حج و عمرہ" میں ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے، اعادہ کرلے تو دم ساقط ہوجاتا ہے۔

اب پہلا سوال یہ ہے کہ وہ مدینہ شریف چلی گئیں اور اعادہ نہیں کیا۔ اگر اب وہ مدینہ شریف سے واپس آکر ان دونوں طوافوں کا اعادہ کرلے تو کیا پھر دم ساقط ہوگا یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب وہ مدینہ شریف سے آئیں گی، تو کیا میقات سے گزرنے سے پہلے نئے عمرے کا احرام باندھ کر آئیں گی، جیسا کہ معمول کے مطابق ہوتا ہے اور پھر وہ عمرہ ادا کرکے اس کے بعد ان دونوں طوافوں کا اعادہ کریں گی، یا پھر ان دو طوافوں کے دو دم لازم ہوں گے؟

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا طواف کے اعادہ کے لیے اسے مسجد عائشہ

وغیرہ حِل سے احرام باندھ کر آنا ہوگا یا پھر احرام کی حالت میں ہونا ضروری نہیں؟ (سائلہ: اُمِّ اروی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: (1) صورتِ مسئولہ میں دونوں طوافوں کے اعادہ سے لازم آنے والے دونوں دم ساقط ہو جائیں گے، کیونکہ ہر وہ طواف جس کے ناقص ادا ہونے کی وجہ سے دم لازم ہو، جب اس کا کامل اعادہ کر لیا جائے تو وہ دم ساقط ہو جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولو طافَ فرضاً) أي يقيناً أو ظناً (أو نفلاً) أي سنةً أو تطوُّعاً (على وجه يُوجب النقصانَ) أي كلّيًا أو جزئياً (فعليه الجزاءُ) أي دماً أو صدقةً (وإن أعاده سَقط عنه الجزاءُ في الوُجوه كُلِّها) أي بالاتفاق (والإعادةُ أفضلُ) أي ما دام بمكة (من أداءِ الجزاء) لأن جَبْر الشيء بجنسه أولى.[69]

یعنی، اگر کسی نے فرض (یقینی یا ظنّی)، یا نفل (سنّت یا تطوُّع) طواف اس طریقے پر کیا جو کُلّی یا جُزوی طور پر ناقص ہو، تو اس پر دم یا صدقہ لازم ہوگا۔ لیکن اگر وہ اس طواف کو دوبارہ کر لے تو تمام صورتوں میں اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا، اور یہ بات سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ نیز جب تک مکہ مکرمہ میں ہو، طواف کا اعادہ کفّارہ ادا کرنے سے افضل ہے، کیونکہ کسی چیز کا اپنی جنس سے تلافی کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

69۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، النوع الخامس: الجنايات في أفعال الحج، فصل في الطواف وعلى ثوبه أو بدنه نجاسة، ص ۵۰۲

فرض وغیرہ کوئی طواف ہو جسے ناقص طور پر کیا کہ کفارہ لازم ہوا، جب کامل اعادہ کرلیا کفارہ اُتر گیا۔[70]

(2) مذکورہ خاتون چونکہ اس وقت احرام میں نہیں ہیں، اس لیے ان پر لازم ہوگا کہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپس آنے کے لیے میقات سے عمرہ کا احرام باندھیں، کیونکہ میقات سے بلا احرام گزرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: «لَا يُجَاوِزُ أَحَدٌ الْمِيْقَاتَ إِلَّا مُحْرِمًا».[71]

یعنی، کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔

اور علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: لا يجوزُ للآفاقی أن يدخلَ مكّةَ بغيرِ إحرام نَوى النُّسُک أم لا.[72]

یعنی، آفاقی کو بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز نہیں، خواہ حج یا عمرہ کی نیت ہو یا نہ ہو۔

(3) اعادۂ طواف کے لیے حالتِ احرام ہونا ضروری نہیں، کیونکہ احرام صرف حج یا عمرہ کے لیے شرط ہے۔ مذکورہ خاتون پہلے ہی حالتِ احرام میں عمرہ ادا کر چکی ہیں، اور اب صرف طواف کا اعادہ کرنا ہے، جس کے لیے احرام شرط نہیں۔ جیسے نفلی طواف کے لیے احرام شرط نہیں ہوتا، بلکہ سلے ہوئے کپڑوں میں بھی طواف کیا جا سکتا ہے، کیونکہ احرام ہونا صحتِ طواف

70_ فتاوی رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ۱۰/۷۶۱

71_ المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الحج، باب من قال: لا يجاوز أحد الوقت إلّا محرم، برقم: ۱۵۷۰۲، ۸/ ۷۰۲، المعجم الكبير، سعيد بن جبير عن ابن عباس، برقم: ۱۲۲۳۶، ۱۱/ ۳۴۵

72_ المحيط الرضوي، كتاب الحج، باب دخول مكة بغير إحرام، ۲/ ۱۶۵

کی شرائط میں شامل نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ احمد آفندی حنفی لکھتے ہیں: فرائضُ الحجّ ثلاثة الأوّل الإحرام وهو نيّة الإحرام بالحج بالقلب مع التلبيةِ باللسان مَرة من غير فاصل أجنبي بين النية والتلبيةِ.[73]

یعنی حج کے تین فرائض ہیں، پہلا فرض احرام ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ایک مرتبہ حج کے احرام کی نیت کرے، اور اس نیت کے ساتھ زبان سے تلبیہ بھی کہے، اس طرح کہ نیت اور تلبیہ کے درمیان کوئی غیر متعلق وقفہ یا فاصلہ نہ ہو۔

اور علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن احمد طرسوسی حنفی متوفی ۷۵۸ھ، علامہ حنیف الدین بن عبد الرحمن عمری مرشدی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ اور علامہ آفندی "عمرہ کے بارے" میں لکھتے ہیں: فالإحرام شرط.[74]

یعنی، (عمرہ کے لیے)احرام شرط ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "فرائض حج" کے بیان میں لکھتے ہیں: احرام، کہ یہ شرط ہے۔[75]

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس طواف کے لئے احرام شرط نہیں، احرام تو

73۔ تحفة الناسك فی بيان المناسك، فرائض الحج، ص ٦، مخطوط مصوّر

74۔ الدرة السنية فی شرح الفوائد الفقهية، كتاب الحج، ص ١٥١، فتح الملك الكبير شرح المنسك الصغير، ص ٨٩، مخطوط مصوّر،تحفة الناسك فی بيان المناسك، فصل فی العمرة، ص ٨١، مخطوط مصوّر

75۔ بہار شریعت، حج کا بیان، حج کے فرائض،۱/۶/۱۰۴۷

حج یا عمرہ کے لئے شرط ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳۰ محرم ۱٤٤۷ھ . ۲٤ جولائی ۲۰۲۵م

نماز طواف بیٹھ کر پڑھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کیا طواف کے بعد کی دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: پڑھ سکتے ہیں، لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر ہی پڑھے کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملے گا، ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر پورا ثواب ملے گا۔

کیونکہ نماز طواف نفل نماز ہے جو کہ طواف کے بعد طواف کرنے والے پر واجب ہوتی ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷٤۳ھ لکھتے ہیں: كلُّ ما كان واجبًا لغيره كالمنذور وركعتَيِ الطوافِ والّذي شرعَ فيه، ثم أفسدَه مُلحَقٌ بالنَّفل.[76]

یعنی، ہر واجب لغیرہ (یعنی جو عبادت بندے کے اپنے عمل کی وجہ سے واجب ہو) جیسے منّت اور طواف کی دو رکعتیں اور وہ نفل جس کو شروع کرکے فاسد کردیا (کہ یہ نمازیں منّت ماننے، طواف کرنے اور نفل شروع کرنے سے واجب ہوتی ہیں اس سے پہلے نہیں)، یہ (واجب لغیرہ) نفل کے حکم میں ہے۔

اور نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں علامہ ابو اخلاص حسن

76۔ تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، تحت قوله: وعن التنفل بعد صلاة الفجر والعصر إلخ، ۱/ ۲۳٤

بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: يجوز النفلُ قاعداً مع القدرة على القيام لكن له نصفُ أجرِ القائم إلّا من عذرٍ.[77]
یعنی، نفل نماز قیام کی قدرت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، مگر اسے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی بنسبت آدھا ثواب ملے گا، الّا یہ کہ کوئی عذر ہو، (تو پھر بیٹھ کر پڑھنے والے کو بھی پورا ثواب ملے گا)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "تنویر الأبصار"[78] کے حوالے سے لکھتے ہیں: کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت ہو جب بھی بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں۔

اور اسی کے آگے لکھتے ہیں: مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے کہ حدیث میں فرمایا: "بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے۔"[79] اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو ثواب میں کمی نہ ہو گی۔[80]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۵ محرم ۱٤٤۷ھ۔ ۲۰ جولائی ۲۰۲۵م

فرض و واجب نماز سے طواف کی رکعتیں ادا نہ ہونا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ

77۔ نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة النفل جالسًا، ص ۱۰۲

78۔ تنوير الأبصار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ص ۹۳

79۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب جواز النافلة قائما و قاعدا إلخ، برقم: ۷۳۵، ۱/ ۵۰۷، سلم الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة النفل جالسًا، ق ۱۱۱/ ب، مخطوط مصوّر

80۔ بہار شریعت، نماز کا بیان، سنن ونوافل کا بیان، ۱/ ۴/ ۶۷۰

اگر کوئی طواف کے بعد فرض یا واجب نماز (جو طواف کی نہ ہو)، جیسے فجر، منّت، وتر یا عید کی نماز ادا کرے، تو کیا اس سے طواف کی واجب دو رکعتیں بھی ضمناً ادا ہو جائیں گی، یا ان کی ادائیگی علیحدہ طور پر ضروری ہو گی؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں طواف کی دو رکعتیں ادا نہیں ہوں گی، اس لیے ان کی ادائیگی علیحدہ طور پر ضروری ہو گی۔

چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ولا تجزیہ المکتوبۃ عن رکعتيِ الطواف، کما لا یجوز المنذورُ.[81]

یعنی، فرض نماز طواف کی دو رکعتوں کے قائم مقام نہیں ہوتی، جیسے منت کی نماز بھی ان کے قائم مقام نہیں ہوتی۔

اور علامہ نجم الدین مختار بن محمود زاہدی حنفی متوفی ۶۵۸ھ نے لکھا ہے اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے: ولا تُجزئُه المكتوبةُ عن ركعتي الطوافِ عندنا۔[82]

یعنی، ہمارے نزدیک فرض نماز طواف کی دو رکعتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

81۔ المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلك، ۱/ ۴۵۳

82۔ المجتبی شرح القدوری، کتاب الحج، تحت قوله: و یستلم المقام فیصلی عنده رکعتین إلخ، ۱/ ۲/ ۳۵۲، الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ۱/ ۲۲۶

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولا تجزیء المکتوبةُ) أی المفروضة الإلهية (والمنذورةُ) أی المفروضة الإنسانية (عنها) أی عن صلاة الطواف، لكونها واجبةً مستقلةً.[83]

یعنی، فرض نماز یعنی اللہ کی طرف سے فرض کی گئی نماز، اور منت کی نماز یعنی بندے کی طرف سے فرض کی گئی نماز، دونوں نمازِ طواف کے قائم مقام نہیں ہوتیں، کیونکہ یہ ایک بذاتِ خود واجب نماز ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ ''نمازِ طواف'' کے بارے میں لکھتے ہیں: فرض نماز ان رکعتوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔[84]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٦ صفر ١٤٤٧ھ۔ ٣١ جولائی ٢٠٢٥م

عصر کے بعد طواف کی صورت میں نمازِ طواف کا وقت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے نمازِ عصر کے بعد طواف کیا اور پھر مغرب کی فرض نماز ادا کی، تو کیا اُسے مغرب کی سنت سے پہلے نمازِ طواف پڑھنی ہوگی؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں نمازِ طواف مغرب کی سنت سے پہلے پڑھی جائے گی۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی

83۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل: فی ركعتی الطواف وأحكامهما، ص ٢٢٢

84۔ بہار شریعت، حج کا بیان، طواف وسعی صفا ومروہ وعمرہ کا بیان، ۱/۶/۱۱۰۳

۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ عبد اللہ بن حسن عفیف کازرونی حنفی متوفی ۱۱۰۲ھ لکھتے ہیں: (ولو طاف بعد العصر يصلي المغربَ ثم ركعتي الطواف) لكونهما واجبتين، ولسبق تعلُّقهما بالذمة قبل السنّة (ثم سُنّةَ المغرب) ويؤيّده ما قالوا في صلاة الجنازة إذا حضرت: يصلي المغربَ ثم الجنازةَ ثم سنةَ المغرب، ولا شكّ أنّ هذا مثلُه، لأنّ حكم الواجب والفرض سواءٌ في العمل، وإن كان بينهما فرق في الاعتقاد. (واللفظ للقاری)(85)

یعنی، اور اگر کسی نے عصر کے بعد طواف کیا تو وہ (پہلے) مغرب کی نماز پڑھے گا، پھر طواف کی دو رکعتیں، کیونکہ یہ دونوں (طواف کی دو رکعتیں) واجب ہیں اور ان کا تعلق سنتِ مغرب سے پہلے ہی ذمے میں لازم ہوچکا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد سنتِ مغرب پڑھے۔اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو علماء نے نمازِ جنازہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب جنازہ موجود ہو تو پہلے مغرب پڑھے گا، پھر جنازہ کی نماز، پھر سنتِ مغرب، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی اسی کے مانند ہے، کیونکہ عمل کے اعتبار سے واجب اور فرض کا حکم برابر ہے، اگرچہ اعتقاد کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔

اور علامہ سنان آفندی لکھتے ہیں: قال الفارسي في ''منسكه'' ولو طاف بعد العصر يؤخر ركعتي الطواف إلى المغرب فإذا صلى المغرب يصلّي

85_ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فی ركعتی الطواف وأحكامها، ص ۲۲۳، لباب المناسك وشرحه أقرب المسالك، ، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فی ركعتی الطواف وأحكامها، ص ۶۳/ ألف، مخطوط مصوّر

ركعتي الطّواف قبل سنة المغرب۔[86]

یعنی، فارسی نے اپنی "منسک"[87] میں فرمایا: اگر کوئی عصر کے بعد طواف کرے تو طواف کی دو رکعتیں مغرب تک مؤخّر کرے، پھر جب مغرب کی نماز پڑھ لے تو طواف کی دو رکعتیں مغرب کی سنت سے پہلے ادا کرے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۷ صفر ۱٤٤۷ھ ـ ۱ أغسطس ۲۰۲۵م

طبعی حاجت کی شدت میں طواف کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ریح کی شدت میں طواف کا حکم کیا ہے، کیا یہ مکروہِ تحریمی ہوگا یا نہیں؟

(سائل: عبد اللہ، گارڈن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں طواف مکروہِ تحریمی نہیں بلکہ مکروہِ تنزیہی ہوگا، کیونکہ پیشاب، پاخانہ یا ریح کی شدت کے ساتھ طواف کرنا یکسوئی اور حُضوری کے منافی ہے۔ اس لیے ایسی حالت میں چاہیے کہ مسجد سے باہر جا کر اپنی حاجت کو پورا کرے، پھر وضو کرکے باقی طواف پورا کرے۔

چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ "مکروہاتِ طواف" کے بیان

86۔ مناسك الحج لسنان أفندي، الباب الثامن في دخول مكةالمشرفة إلخ، فصل في ركعتي الطواف، ق ۱۰۵/ ألف، مخطوط مصوّر

87۔ عمدة السالك، الباب العاشر: في الإحرام وكيفيته، فصل في دخول مكة لطواف الزيارة، ص ۴۰۳

میں لکھتے ہیں: (والطوافُ حاقِناً) هو مُدافِعُ البولِ (أي قياساً على الصلاة في تلك الحالة أي المشغِلة، ففي معناه: الحازقُ) مدافعهما وقيل: مدافع الرّيح اهـ ابن عابدين عن الخزائن اهـ داملا أخون جان (والحاقِبُ) مدافِع الغائط (والجِيْعان والغَضْبان).[88]

یعنی، اور پیشاب روکے ہوئے طواف کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ مشغول کرنے والی حالت ہے، نماز کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے۔ پس اسی حکم میں شامل ہیں: پیشاب و پاخانہ دونوں کو روکے ہوئے ہونا، اور (حازق کے معنی میں) ایک قول یہ ہے کہ ریح کو روکنے والا، یا صرف پاخانہ روکے ہوئے ہونا، جیسا کہ ابن عابدین[89] نے ''خزائن'' سے نقل کیا ہے (داملا اخون جان)، نیز بھوک یا غصّے کی حالت میں ہونا۔

اور علامہ حنیف الدین بن عبد الرحمن بن عیسیٰ مرشدی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ ''مکروہاتِ طواف'' کے بیان میں لکھتے ہیں: والطَّوافُ حالَ كَونِه حاقِناً بأحدِ الحَدَثَين أو بهما، قِياساً على الصَّلاة.[90]

یعنی، دونوں حدث (پیشاب اور پاخانہ) میں سے کوئی ایک یا دونوں روکے ہوئے کی حالت میں طواف کرنا مکروہ ہے، نماز پر قیاس کرتے

88۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط وحاشيته إرشاد الساري، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل في مكروهات الطواف، ص ۲۳۵

89۔ رد المحتار، كتاب الصلاة، باب: ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في الخشوع، تحت قوله: وصلاته مع مدافعة الأخبثين، ۲/ ۴۹۲

90۔ مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل في مكروهات الطواف، ق ۸۲/ ألف، مخطوط مصوّر

ہوئے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ اور ان کے حوالے سے صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "طواف میں یہ باتیں مکروہ ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: پیشاب یا پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔

اور لکھتے ہیں: پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کرکے باقی پورا کرے۔[91]

البتہ اگر کسی نے اسی حالت میں طواف کرلیا تو طواف صحیح ہے، اور چونکہ اس مکروہ کا تعلق کسی واجب کے ترک سے نہیں، اس لیے اس پر کفّارہ واجب نہیں ہوگا۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: (وحكمُها) أي حكم المكروهات (دخولُ النقصِ) أي نقص الثواب (في العَمَل) أي الذي تُرِك فيه المستحبّ (وخوفُ العقابِ) أي وتحقّق العقاب فيما تُرِك فيه السنة المؤكدةُ، وتحقّق العذاب في ترك الإيجاب (وعدمُ الجزاءِ فيما عدا الواجبِ) أي وعدمُ لزوم الجزاء من الدم أو الصدقة في ارتكاب شيء من المكروهات، بخلاف تركِ شيء من الواجبات۔[92]

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ اس عمل کا ثواب کم ہو جاتا ہے،

91۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل سوم طواف وسعی صفا ومروہ کا بیان، ۱۰/۷۴۵، بہار شریعت، حج کا بیان، طواف وسعی صفا ومروہ وعمرہ کا بیان، ۱/۶/۱۱۱۳، ۱۱۱۴

92۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط، باب فرائض الحج وواجباته وسننه ومستحباته ومكروهاته، فصل في مكروهات الحج، ص ۱۰۷، ۱۰۸

جس میں مستحب کو چھوڑا گیا ہو۔ اور عقاب (آخرت میں گرفت) کا خوف موجود ہے، یعنی سنت مؤکدہ چھوڑنے پر عقاب ممکن ہے، اور واجب چھوڑنے پر عذاب ثابت ہوتا ہے۔ مکروہات میں سے کسی مکروہ کے ارتکاب پر کفارہ، یعنی دم یا صدقہ، واجب نہیں ہوتا، برخلاف واجبات میں سے کسی واجب کے چھوڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔

اور کفارہ واجب نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مراد کراہتِ تنزیہی ہے، ورنہ اگر یہ کراہت تحریمی ہوتی تو کفارہ لازم آتا۔

چنانچہ علامہ ابو البرکات مصطفیٰ بن محمد انصاری حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: مکروهات الحجّ تنزيهاً أمّا المكروهات تحريماً فهی ما فيها الدّم أو الصدقة وتُسمّى المحظورات۔[93]

یعنی، حج کے مکروہات تنزیہی ہیں، اور جو مکروہات تحریمی ہیں ان میں دم یا صدقہ واجب ہوتا ہے، اور انہیں محظورات کہا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۹/ ربیع الأول، ۱٤٤۷ھ، ۱۳/ ستمبر، ۲۰۲۵

نفلی سعی کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح نفلی طواف کرنا جائز ہے، کیا اسی طرح اگر کوئی نفلی سعی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟　(سائل: احمد رضا، از مکہ مکرمہ)

93۔ الطريق السالك إلى زبدة المناسك شرح زبدة المناسك وعمدة الناسك، باب مكروهات الحج، ق ۳۳/ ب، مخطوط مصوّر

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: شریعتِ مطہرہ میں صفا و مروہ کے درمیان سعی صرف حج یا عمرہ کا جزء ہے۔ اس کے علاوہ نفل کے طور پر سعی کرنا نہ مشروع (ثابت) ہے، نہ یہ سعی عبادت شمار ہوگی۔ لہٰذا نفلی سعی نہ کرے کہ یہ بلا وجہ خود کو مُشقّت میں ڈالنا ہے، اور چونکہ یہ عمل شرعاً مطلوب نہیں، اس لیے اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے زیادہ سے زیادہ نفلی طواف کرنا افضل، مشروع اور باعثِ اجر ہے۔

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: والسعيُ من واجبات الحجّ والعمرة فقط، وهذا الطوافُ تطوُّع فلا سعيَ بعده قال في الشُرُنبلاليّة عن الكافي: لأن التنفُّل بالسعي غيرُ مشروعٍ.[94]

یعنی، اور سعی صرف حج وعمرہ کے واجبات میں سے ہے، اور یہ طواف نفل ہے اس لیے اس کے بعد سعی نہیں، "شرنبلالیہ"[95] میں "الکافی"[96] سے نقل کیا ہے: کیونکہ نفلی سعی مشروع نہیں ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: طوافِ تطوع ہر وقتے کہ بخواہد، بغیرِ رَمل و اضطِباع، و نیست سعی بعد از وی، زیر آنکہ سعی از واجباتِ حج و عمرہ است۔[97]

94۔ رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی عدم منع المار بين يدى المصلى عند الكعبة، تحت قوله: بل رمل وسعى، ۳/ ۵۹۰

95۔ غنية ذوى الأحكام، كتاب الحج، تحت قوله: طاف بالبيت نفلا ماشاء، ۱/ ۱/ ۲۲٤

96۔ الكافى للنسفى، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: وكلما بدا له يطوف بالبيت، ۱/ ۲۲۹/ ألف، مخطوط مصوّر

97۔ حیات القلوب، باب پنجم، فصل اول در بیان اعمالِ واقعہ میان سعی و وقوف، ص ۱۶۹

یعنی، نفلی طواف جب چاہے کر سکتا ہے، اس میں نہ رَمل ہوگا اور نہ اضطِباع، اور نہ ہی اس کے بعد سعی ہوگی، کیونکہ سعی تو حج اور عمرہ کے واجبات میں سے ہے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: اب یہ سب حجاج (قارن، متمتع، مفرد، کوئی ہو) کہ منٰی جانے کے لیے مکہ معظّمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں، ایامِ اقامت میں جس قدر ہوسکے نرا طواف بے اضطباع ورمل وسعی کرتے رہیں، باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دو رکعت پڑھیں۔[98]

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۵ ذی القعدۃ، ۱۴۴۶ھ-۲۲ مایو، ۲۰۲۵م

حلق وقصر

نامکمل تقصیر اور کفّارہ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تقصیر کروائی مگر وہ ایک پورے سے کم تھے، احرام کھولا نہیں تھا، کسی نے مسئلہ بتایا کہ آپ حلق کروالو، آپ کی تقصیر نہیں ہوئی، اب جو اس نے تقصیر کے لئے مشین گھمائی تھی، تقصیر تو ہوئی نہیں، کیا اس کی وجہ سے کوئی دم لازم آئے گا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں کچھ لازم نہیں، بشرطیکہ

98_ فتاوی رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل سوم طواف وسعی صفا ومروہ کا بیان، ۱۰/۷۴۴

اُس نے احرام کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو، اور یہ اس لئے کہ سعی کے بعد سر کے بالوں کو کاٹنا حلال ہوتا ہے۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: وأوّل وقت حِلّه بعدَ السَّعی لها.[99]

یعنی، عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کا اوّل وقت عمرہ کی سعی کے بعد ہے۔

اور اُس نے احرام کی نکلنے کی نیت سے ہی بال کٹوائے ہیں، باوجود اس کے کہ حلق وتقصیر کے لئے نیت ضروری نہیں، جس کی تفصیل ہمارے سابقہ فتویٰ نمبر (F-20) فتویٰ: سعی، وقوفِ عرفہ، رمی اور حلق میں نیت کا حکم، میں ملاحظہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی دورانِ جنگ کسی مُحرم کے بال نوچ لے تو یہ حلق کے لئے کافی ہوتا ہے اگرچہ مُحرم کی نیت نہ ہو، جیسا کہ علّامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اور ان کے حوالے سے علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وكذا لو قاتل غيره فنتفهٗ أجزأ عن الحلق قصدًا۔[100]

یعنی، اگر مُحرم کسی سے قتال کرے اور وہ اس کے بال نوچ لے تو یہ قصداً حلق کو کفایت کرجائے گا۔

99۔ لباب المناسك، باب مناسك منیٰ، فصل فی زمان الحلق ومكانه وشرائط جوازه، ص ۱۵۵

100۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: لقوله عليه السلام، ۲/ ۳۸۶
رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: فی رمی جمرة العقبة، تحت قوله: وحلقه أفضل، ۳/ ۶۱۲

اور حلق یا تقصیر میں موالات شرط یا واجب بھی نہیں بلکہ اس کے لئے صرف اِس قدر ضروری ہے کہ عمرہ میں حلق یا تقصیر سعی کے بعد اور حرم میں کروائے، اس بارے میں تفصیل ہمارے سابقہ "فتاویٰ حج وعمرہ"میں ملاحظہ کریں۔

اِس تقریر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ شخص مذکور نے جب جوازِ تحلُّل کے وقت سر کے بال کٹوائے اور بالخصوص تقصیر کی نیت سے ہی بال کٹوائے،حالانکہ حلق یا تقصیر کے لئے نیت شرط یا واجب نہیں، اس لئے اُس کے احرام پر کوئی جنایت واقع نہیں ہوئی، اگرچہ شرعی اعتبار سے تقصیر نہ ہوئی، اسی لئے وہ شخص بدستور حالتِ احرام میں ہے اور اُس پر لازم ہے کہ وہ حلق کرواکے احرام سے باہر ہوجائے۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے "بحر الرائق"[101] کے حوالے سے لکھا ہے کہ: فَلو لبَّده بصَمغٍ بحيثُ تعذَّر التَّقصيرُ تعيَّن الحلقُ۔

اور اس کے تحت علّامہ شامی حنفی نے لکھا ہے کہ: (قوله فلو لبَّدَهُ إلخ) مثالٌ لتعذُّر التقصير، ومثلُهُ ما لو كان الشَّعرُ قصيراً فيتعيَّنُ الحلق، وكذا لو كان معقوصاً أو مضفوراً كما عُزِيَ إلى "المبسوط"۔[102]

یعنی، اگر مُحرِم نے اپنے بالوں کو گوند کے ساتھ جما لیا ہو اس

101۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ثم احلق أو قصر والحلق أحب، ٢/ ٦٠٦

102۔ رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: في رمي جمرة العقبة، ٣/ ٦١٢

طرح کہ قصر کرنا متعذر ہوجائے تو حلق متعیّن ہوجائے گا، یہ تقصیر کے متعذر ہونے کی مثال ہے اور اس کی مثل یہ ہے کہ اگر بال چھوٹے ہوں تو حلق متعیّن ہوجائے گا، اور اسی طرح اگر بالوں کا جوڑا بنایا گیا ہو یا اُس کی چوٹیاں بنائی گئی ہوں(تو حلق متعیّن ہوجائے گا) جس طرح ''مبسوط'' کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اِن عبارات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں بھی جب شخص مذکور فی السوال نے احرام کی حالت میں نامکمل تقصیر کروائی تو بعض بال حالتِ احرام میں کٹنے کی وجہ سے اُس کے احرام پر جنایت واقع ہوئی لہٰذا اُس پر کفّارہ واجب ہونا چاہیے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ ان بالوں کو کھولنے کے لئے ہاتھ لگائے گا تو اس کے بال جھڑیں گے تو یہ اس کے اپنے عمل سے ہوگا جس سے احرام پر جنایت واقع ہوگی، اسی لئے حلق ضروری قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ علّامہ شامی حنفی مندرجہ بالا مسئلہ ذِکر کرنے کے بعد آگے خود ہی لکھتے ہیں: ووجهُه أنّه إذا نقضَه تناثرَ بعضُ الشَّعر، فيكونُ جنايةً على إحرامه قبل أن يَحِلَّ منه، فيتعيَّنُ الحلق۔[103]

یعنی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ بالوں کو کھولے گا تو بعض بال جھڑ جائیں گے تو یہ اس کے حلال ہونے سے قبل اس کے احرام پر جنایت ہوگی پس حلق متعیّن ہوجائے گا۔

اور یہ ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی حالتِ احرام میں سر میں کنگھی

103... رد المحتار، کتاب الحج، مطلب: في رمي جمرة العقبة، ٣/ ٦١٢

کرے یا وضو کے دوران سر کا مسح کرے اور اُس کے بال ٹوٹ جائیں اگرچہ احرام سے نکلنے کے وقت، تو اُس پر کفّارہ واجب ہوتا ہے کہ یہ اُس کے اپنے عمل کی وجہ سے ہے، تفصیل ہمارے سابقہ فتویٰ نمبر(308-F)فتویٰ:حالتِ احرام میں کنگھی کرنا،میں ملاحظہ کریں۔

جب کہ ہمارے مسئلے میں بال جھڑے نہیں بلکہ اس نے خود بال کٹوائے ہیں، اس لئے دونوں میں فرق واضح ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۳۰/ جمادی الأولی، ۱٤٤٦ھ.۲/ دیسمبر، ۲۰۲٤م

ناکمل تقصیر کے بعد احرامِ حج باندھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے عمرہ کرنے کے بعد جو تقصیر کی وہ ناکمل تقصیر تھی اور اس کے بعد پھر اُس نے حج کا احرام باندھ لیا اسی ناکمل تقصیر کے بعد، تو اب اس تقصیر کا کیا حکم ہوگا؟ کیونکہ اب اُس نے حج کا احرام باندھ لیا ہے اور اس کے بعد پھر حج کیا اور پھر اس کے بعد حلق وغیرہ کیا ہے، برائے کرم رہنمائی فرمائیں۔ (معرفت ساجد قادری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں کچھ لازم نہیں، کیونکہ جب اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے بلااِلمام صحیح حج کا احرام باندھا اور پھر اُسی سال حج کیا تو اُس کا حج حجِ تمتُّع ہوا۔

چنانچہ فقیہ النفس علّامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور ان کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند

کی ایک جماعت نے لکھا ہے: والمتمتّعُ مَن يأتي بأعمالِ العُمرة فِي أشهُرِ الحجّ أو يَطوفُ أكثرَ طوافِها فِي أشهُرِ الحجّ ثُمّ يُحرِمِ بالحجّ ويَحُجُّ مِن عامه ذلك قبل أن يُلِمّ بأهله بينهما إلمامًا صحيحًا.[104]

یعنی، متمتع وہ ہے جو حج کے مہینوں میں افعالِ عمرہ ادا کرے یا حج کے مہینوں میں اکثر طوافِ عمرہ کرے پھر وہ حج کا احرام باندھے اور حج وعمرہ کے مابین اِلمامِ صحیح سے قبل اُسی سال حج کرے۔

اور اسی کے آگے علّامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: سواءٌ حلّ مِن إحرامه الأوّل أو لا.[105]

یعنی، برابر ہے کہ وہ اپنے پہلے احرام سے حلال ہوا ہو یا نہیں۔

اور قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد ابو النجا ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: يعتبر الاتيانُ بأكثر أفعالِ العمرة فى أشهُر الحجّ لا الإحرام فيها حتى إذا أحرمَ بالعمرة قبل أشهر الحجّ وأتى بأكثر أفعالِها قبلها لا يكون مُتمتعاً وإن أتى فيها كان متمتعاً.[106]

یعنی، تمتُّع اُس وقت معتبر ہوگا جب وہ حج کے مہینوں میں اکثر

104_ فتاوى قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الحج، فصل فى التمتع، ١/ ٣٠٤، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع فى القران والتمتع، ١/ ٢٣٨

105_ المحيط السرخسي، كتاب الحج، باب التمتع، ٢/ ١٥٦، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع فى القران والتمتع، ١/ ٢٣٨

106_ منية الناسك فى خلاصة المناسك، الباب الخامس فى المتمتع، ق ٢٨/ ألف، مخطوط مصوّر

افعالِ عمرہ ادا کرے نہ کہ حج کے مہینوں میں احرام باندھنا، یہاں تک کہ اگر کوئی حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور حج کے مہینوں سے پہلے ہی اکثر افعالِ عمرہ ادا کرے تو وہ متمتع نہیں ہو گا اور اگر وہ اکثر افعالِ عمرہ حج کے مہینوں میں ادا کرے تو وہ متمتع ہو گا۔

اور اِلمامِ صحیح کے یہ معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو۔ جیسا کہ ہمارے سابقہ فتویٰ نمبر (F-314) فتویٰ: عمرہ کے بعد حج قِران کا احرام باندھنا، میں "لباب" اور اس کی شرح "مناسک مُلّا علی قاری"[107] اور "بہار شریعت"[108] کے حوالے سے لکھا ہے۔

اور حج تمتُّع کرنے والا اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو تو اُس پر عمرہ سے فارغ ہو کر حلق یا تقصیر واجب نہیں بلکہ اُسے اختیار ہے کہ حلق یا تقصیر نہ کروائے اور بدستور مُحرم رہے۔

چنانچہ علّامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ اور ان کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: المتمتّع الّذِي لَا يَسوقُ الهديَ ... الحَلق بعدَ الفراغِ منها ليس

107... لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل فى شرائط التمتع، ص ۳۸۱

108... بہار شریعت، حج کا بیان، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ۱/۶/۱۱۵۸

بحتمٍ بل له الخيارُ إن شاء تحلّل، وَإن شاء بَقِي مُحرِمًا حتّى يُحرِم بالحجّ. (109)

یعنی،وہ متمتع جو قربانی کا جانور نہ لایا ہو اُسے عمرہ سے فارغ ہوکر حلق ضروری نہیں بلکہ اُسے اختیار ہے کہ حلال ہوجائے یا احرام میں رہے یہاں تک کہ حج کا احرام باندھے۔

اور اسی کے آگے علّامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: فليقُم حلالًا إلى وقتِ إحرامِ الحجّ ولو أقامَ بمكّةَ حرامًا جازَ. (110)

یعنی، پس وہ حج کا احرام باندھنے تک بغیر احرام رہے اور اگر مکہ مکرمہ میں حالتِ احرام میں رہے جب بھی جائز ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "عالمگیری"(111) اور "در مختار"(112) کے حوالے سے اُس تمتُّع کرنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں جو جانور نہ لایا کہ: عمرہ سے فارغ ہو کر حلق ضروری نہیں۔اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ سر نہ مونڈائے بدستور مُحرم رہے۔(113)

اور یہ بھی ہے کہ عمرہ میں سعی کے بعد سر کے بالوں کو کاٹنا حلال

109_ تبيين الحقائق، كتاب الحج، باب التمتع، هو أن يحرم بعمرة من الميقات إلخ، ٢/ ٣٣٧، ٣٣٨، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع في القران والتمتع، ١/ ٢٣٨

110_ السراج الوهاج، كتاب الحج، باب التمتع، ق ١٦٥/ ألف، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع في القران والتمتع، ١/ ٢٣٩

111_ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع في القران والتمتع، ١/ ٢٣٨

112_ رد المحتار، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: إن شاء، ٣/ ٦٤٢

113_ بہار شریعت، حج کا بیان، تمتُّع کا بیان، تمتُّع کے شرائط،۱/۶/۱۱۵۹

ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے سابقہ فتویٰ میں "لباب المناسک"[114] کے حوالے سے لکھا ہے۔

اِس تقریر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ شخص مذکور نے جب عمرہ میں جوازِ تحلُّل کے وقت(یعنی افعالِ عمرہ ادا کرکے احرام سے نکلنے کے وقت) تقصیر کروائی تو یہ جائز تھا، کوئی جُرم نہ تھا بلکہ اگر وہ مکمل حلق کروالیتا جب بھی جائز ہوتا، اور پھر اُس نے چونکہ نامکمل تقصیر کروائی تو وہ احرام سے باہر نہ ہوا، یوں وہ حج میں حلق کروانے تک حالتِ احرام میں رہا، اور یہ بھی اُس کے لئے جائز تھا، اور اُس کا حج حجِ تمتُّع ہوا، اِس لئے اُس کے احرام پر کسی قسم کی جنایت واقع نہیں ہوئی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء،۸/ جمادی الأخری،۱٤٤٦ھ۔۱۰/ دیسمبر، ۲۰۲٤م

تقصیر کا شک اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ ایک عورت نے عمرہ کیا اور عمرہ کرنے کے بعد تقصیر کی پھر دوبارہ عمرہ کیا اب اُس کو یاد نہیں کہ میں نے دوبارہ عمرہ کرنے کے بعد تقصیر کی یا نہیں تو اس کا کیا حکم ہوگا تقصیر مانی جائے گی یا نہیں، اگر تقصیر نہیں مانی جائے گی تو اس حال میں اُس نے جو جرائم کیے ہوں گے اُن کا کیا حکم ہوگا؟

114۔ لباب المناسك، باب مناسك منی، فصل فی زمان الحلق ومكانه وشرائط جوازه، ص ۱۵۵

(سائل: جنید، حیدر آباد)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر عورت کو ظن گمان (یعنی غالب گمان) ہو کہ اُس نے عمرہ کے بعد تقصیر کر لی تھی، تو ایسی صورت میں تقصیر معتبر سمجھی جائے گی، لیکن اگر غالب گمان یہ ہو کہ تقصیر نہیں کی یا شک ہو رہا ہو کہ کی تھی یا نہیں، تو اس صورت میں احتیاطاً دوبارہ تقصیر کرنا لازم ہو گا تاکہ یقین کے ساتھ احرام سے نکلنے کا حکم حاصل ہو، کیونکہ احرام کی حالت کا ثبوت یقین کے ساتھ ہے، اور اس کا زوال محض شک یا وہم سے نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اگر تقصیر سے پہلے اُس نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب اس حال میں کیا کہ اسے اس بات میں شک تھا کہ وہ ابھی احرام میں ہے یا نہیں، کیونکہ تقصیر کرنا یاد نہ رہا، تو ایسی صورت میں ہر جنایت کے بدلے الگ الگ دم یا صدقہ لازم آئے گا۔ اور اگر اُس نے یہ افعال اس گمان سے کیے کہ وہ احرام سے نکل چکی ہے، یا احرام سے نکلنے کی نیت سے کیے، تو دونوں صورتوں میں تمام جنایات کے بدلے مجموعی طور پر ایک ہی دم واجب ہو گا، خواہ اُس نے تمام ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب ہی کیوں نہ کیا ہو۔

چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: الیقینُ لا یزول بالشکّ۔

یعنی، یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔

اور لکھتے ہیں: من شكّ هل فعل شيئًا أم لا؟ فالأصلُ أنّه لم يَفعل.(115)

یعنی، اگر کسی شخص کو یہ شک ہو کہ اُس نے یہ کام کیا تھا یا نہیں؟ تو اصول یہ ہے کہ اُس نے وہ کام نہیں کیا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: اعلم أنه إذا نوى رَفْضَ الإحرام) أى قَصَد ترك الإحرام بمباشرةِ المحظورِ على وَفْق ظنّه (فجعل يصنع ما يصنعه الحلالُ من لُبس الثيابِ) أى الممنوعة من المَخِيط ونحوه (والتطيُّبِ والحلقِ والجماعِ وقتلِ الصيد) وأمثال ذلك (فإنه لا يخرج بذلك من الإحرام وعليه أن يعود كما كان مُحْرِماً ويجب دم واحد لجميع ما ارتكبَ ولو فَعَل كُلَّ المحظورات، وإنما يتعدَّد الجزاءُ بتعدُّد الجنايات إذا لَم يَنْوِ الرفض) أى فى أوّل ارتكابها واستمرَّ عليها (ثم نية الرفض إنما تُعْتَبَر ممن زعم أنه يخرُج منه) أى الإحرام (بهذا القصد) أى فى ارتكاب الجناية (لجهله مسألةَ عدم الخروج وأما من عَلِم أنه لا يخرج منه بهذا القصد فإنها لا تعتَبَر منه) وكذا ينبغى أن لا تعتبر منه إذا كان شاكًّا فى المسألة أو ناسياً لها.(116)

یعنی جان لو! اگر مُحرِم احرام کو ترک کرنے کی نیت کرلے، یعنی وہ اپنے گمان کے مطابق کسی ممنوع کے ارتکاب سے احرام کے ترک کا ارادہ

115۔ الأشباه والنظائر، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الثالثة، ص ٥٦، ٥٩

116۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب فى جزاء الجنايات وكفاراتها، فصل فى ارتكاب المحرم المحظور على نية رفض الإحرام، ص ٥٧٨، ٥٧٩

کرے، اور وہ ایسے کام کرنے لگے جو غیر مُحرم لوگ کرتے ہیں، جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا، شکار کرنا اور ان جیسے دیگر افعال، تو ان سب کے باوجود وہ احرام سے باہر نہیں ہوگا۔ بلکہ اُس پر لازم ہے کہ اُسی حالتِ احرام میں لوٹ آئے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔اور ان تمام ممنوعات کے ارتکاب پر مجموعی طور پر ایک ہی دم لازم ہوگا، چاہے اُس نے تمام ممنوعات کا ارتکاب ہی کیوں نہ کیا ہو۔ اور جنایات کے متعدّد ہونے سے کفّاروں کا متعدد ہونا اُس صورت میں ہے کہ جب وہ اس جنایت کے شروع میں احرام کے ترک کی نیت نہ کرے اور اُسی پر قائم رہے۔ پھر یہ بھی جان لو کہ احرام چھوڑنے کی نیت اُس وقت معتبر سمجھی جائے گی جب وہ شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ اس نیت کے ذریعے وہ احرام سے نکل جائے گا، کیونکہ وہ اس مسئلے سے ناواقف ہے کہ صرف نیت سے احرام ختم نہیں ہوتا۔ اور جسے یہ علم ہو کہ صرف نیت سے احرام ختم نہیں ہوتا، تو اس کی یہ نیت معتبر نہ ہوگی۔اسی طرح اگر کوئی اس مسئلے میں شک میں مبتلا ہو، یا یہ مسئلہ بھول گیا ہو، تو اس کی نیت بھی معتبر نہیں مانی جائے گی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة،١٨ ذي القعدة، ١٤٤٦ھ - ١٥ مايو، ٢٠٢٥م

عورت کے لیے تقصیر کی مقدار

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرد جب احرام کھولنے کے لیے تقصیر کرے گا تو وہ چوتھائی سر کی تقصیر

کرتا ہے کیا عورت بھی چوتھائی سر کی تقصیر کرے گی؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں پر احرام سے باہر آنے کے لیے کم از کم چوتھائی سر کے بالوں میں سے ہر بال کو ایک پورے کے بقدر کاٹنا واجب ہے۔ عورت کی تقصیر کے بارے میں ایک طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کرے اور ان میں سے کسی ایک حصے کے کنارے سے ایک پورے کے برابر بال کاٹ لے، تو اس سے بھی واجب ادا ہو جائے گا، کیونکہ اس صورت میں چوتھائی سر کے ہر بال ایک پورے کے برابر کٹ جائیں گے جو تقصیر کی واجب مقدار ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ عورت اپنی چٹیا کے سِرے کو اُنگلی پر لپیٹ کر اُس حصے کو کاٹ لے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: وأمّا المرأةُ فلا حلقَ عليها؛ لأنّ الحلقَ فى حقِّها نوعُ مثلة، ولكنّها تُقصّر، بأخذِ شيءٍ من أطرافِ الشّعرِ مقدار أنملةٍ، هكذا قال ابن عمر رضى الله تعالى عنهما، والأفضل لها أن تُقصّر من كلّ شعرٍ، وإن قصّرتْ بعضَ رأسها وتركتِ البعضَ أجزأها إذا كان ما قصّرت مقدار رُبعِ الرأس فصاعداً وإن كان أقلّ من ذلك لا يجزئها اعتباراً للتقصير فى حقّها بالحلق فى حقّ الرجل.[117]

یعنی، اور عورت پر حلق نہیں ہے، کیونکہ عورت کے حق میں حلق صورت بگاڑنے کی ایک قسم ہے۔ لیکن وہ قصر کرے گی، یعنی بالوں کے سِروں سے

117۔ المحيط البرهانى، كتاب المناسك، الفصل الرابع عشر: فى الحلق والتقصير، ۳/ ۴۷۲

ایک پورے کے برابر کاٹے گی۔ یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ عورت ہر بال سے کاٹے، اور اگر عورت نے اپنے کچھ بالوں میں قصر کرلیا اور کچھ چھوڑ دیے تو اُسے جائز ہوگا، بشرطیکہ وہ چوتھائی یا اس سے زیادہ سر کے بالوں کی مقدار قصر کرے، اور اگر اس سے کم کرے تو جائز نہ ہوگا۔ یہ اس بنا پر ہے کہ عورت کے حق میں قصر کا اعتبار مرد کے حق میں حلق کے ساتھ ہے۔

اور امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:
والتقصيرُ أن يأخذَ الرَّجلُ أو المرأةُ من رُؤوس شعر رُبع الرأس مقدار الأنملة۔[118]

یعنی، اور تقصیر یہ ہے کہ مرد یا عورت سر کے چوتھائی حصے کے بالوں کے سِروں سے ایک پورے کے برابر کاٹے۔

اور علامہ فرید الدین عالم بن علاء اِندرپتی دہلوی ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: وأمّا المرأة فلا حلقَ عليها ولكنّها تقصّر، بأخذِ شيءٍ من أطرافِ الشّعرِ مقدار أنملةٍ، والأفضل لها أن تقصّر من كلّ شعرة مقدار أنملةٍ۔[119]
یعنی، اور عورت پر حلق نہیں ہے، لیکن وہ قصر کرے گی، یعنی بالوں کے سِروں سے ایک پورے کے برابر کاٹے گی۔ اور افضل یہ ہے کہ عورت ہر بال سے ایک پورے کے برابر کاٹے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۱/ ربیع الأول، ۱٤٤۷ھ، ۵/ سبتمبر، ۲۰۲۵م

118۔ تبيين الحقائق، كتاب الحج، باب الاحرام، تحت قوله: والحلق أحب، ۲/ ۳۰۸

119۔ الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الرابع عشر في الحلق والقصر، ۳/ ٦٤۳

رمی وقربانی

موجودہ صورتحال کے تحت رمی سے پہلے قربانی کرنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سعودی حکومت کی جانب سے یوم النحر (10 ذوالحجہ) کو قربانی کا وقت صبح کے وقت مقرر کیا گیا ہے، جبکہ رمی جمرۂ عقبہ کا وقت شام چار یا پانچ بجے سے مقرر کیا گیاہے۔ حالانکہ پہلے رمی، پھر قربانی، پھر حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور اگر اس ترتیب کے خلاف کیا جائے تو دم لازم آتا ہے، جیسا کہ آپ کے "فتاویٰ حج و عمرہ"میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جو حاجی 10 ذوالحجہ کو رمی سے پہلے قربانی کر لے، تو کیا اس پر دم واجب ہوگا؟ نیز یہ بتائیں کہ یہ جرم "اختیاری" شمار ہوگا یا "غیر اختیاری"؟ کیونکہ اگر غیر اختیاری ہو تو کفارے میں روزے یا صدقے کا اختیار ہوتا ہے جیسا کہ آپ کے "فتاویٰ حج و عمرہ"میں ذِکر کیا گیا ہے۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی قارن یا متمتع حاجی دس ذوالحجہ کی صبح کو رمی سے پہلے قربانی کرلے، تو دم واجب ہوگا، کیونکہ احناف کے نزدیک قربانی سے پہلے رمی کرنا واجب ہے، اور اس ترتیب کے خلاف کرنے پر دم لازم آتا ہے۔ اور یہ جُرم اختیاری شمار ہوگا، اس لیے اس کا کفارہ صرف دم ہے، روزے یا صدقہ کفارے کے طور پر کافی نہ ہوں گے، کیونکہ کفارے میں روزہ یا صدقہ کا اختیار صرف غیر اختیاری جُرم میں ہوتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ نظام کے

باوجود حاجی کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ قربانی کو مؤخّر کردے اور ایامِ نحر کے باقی دنوں (گیارہ یا بارہ ذوالحجہ) میں قربانی کرے، جو کہ جائز صورت ہے۔ نیز فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر مُحرِم کسی جُرم پر مجبور بھی کیا جائے اور وہ اس کا ارتکاب کرے، تب بھی وہ اختیاری جُرم ہی شمار ہوگا اور ایسے شخص کو کفارے میں کوئی اختیار نہیں ہوگا، لہٰذا اگر کوئی حاجی یہ کہے کہ وہ حکومت کے نظام کی بنا پر مجبور تھا، اور اس نے دس ذوالحجہ کی صبح رمی سے پہلے قربانی کرلی، تب بھی یہ اختیاری جُرم ہی شمار ہوگا، اور اُس پر دم دینا لازم ہوگا، نہ کہ تین روزے یا چھ مسکینوں کو صدقہ دینا کافی ہوگا۔

لہٰذا جو حاجی دس ذوالحجہ کو رمی سے پہلے قربانی کر لے، اُس پر دم واجب ہوگا، چاہے ایسا حکومتی نظام کی بنا پر ہوا ہو، کیونکہ یہ جُرم اختیاری شمار ہوگا، اور ایسے جُرم میں کفّارے کے طور پر صرف دم دینا کافی ہے، روزے یا صدقہ کافی نہ ہوں گے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولو أخّر القارنُ أو المتمتعُ) أی بخلاف المفرد (الذبحَ عن أيام النحر، فعليه دمٌ) وكذا الترتيبُ بين الحلق والذبح والرمی واجبٌ علی القارن والمتمتع وأمّا الترتيبُ المذكورُ فی حق المفرِدِ فسنة. ملخصاً[120]

یعنی، اگر قارن یا متمتع، برخلاف مفرد، قربانی کو ایامِ نحر سے مؤخّر کردے، تو اس پر دم لازم ہے۔ اسی طرح حلق، قربانی اور رمی کے درمیان ترتیب

120... لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الخامس: الجنايات فی أفعال الحج، فصل: فی الجناية فی الذبح والحلق، ص ٥٠٦

قارن اور متمتع پر واجب ہے، جبکہ مفرد کے حق میں یہ ترتیب سنت ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی قارن اور متمتع کے بارے میں لکھتے ہیں: ولو ذَبَحا قبل الرمی فعلیه دمٌ.(121)

یعنی، اگر قارن یا متمتع نے رمی سے پہلے قربانی کی، تو اس پر دم واجب ہے۔

اور جبر کے باوجود جُرم اختیاری شمار ہونے کے متعلق علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: (وأما الخطأ والنسیانُ والإغماءُ والإكراهُ والنوم وعدمُ القدرة على الكفارة) أی إذا صَدَر عنه بغير عذر (فليست) أی هذه الأشياء (بأعذارٍ فی حق التخيير).(122)

یعنی، اور خطا، نسیان، بے ہوشی، جبر، نیند، اور کفارہ دینے کی قدرت نہ ہونا جب کہ مُحرم سے جُرم کسی عذر کے بغیر واقع ہو تو یہ چیزیں کفارے میں اختیار کے حق میں عذر شمار نہیں ہوں گی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعة،۹ ذو الحجة،۱٤٤٦ھ۔٥ جون، ۲۰۲٥م

یومِ نحر میں جمرۂ عقبہ کی بجائے جمرۂ صغریٰ کی رمی کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے دن بڑے کی بجائے چھوٹے کو مارا ہے اگر محقّق ہو گیا

121۔ لباب المناسك، باب الجنايات، النوع الخامس: فی الجنايات فی أفعال الحج كالطواف والسعی، فصل: فی ترك الترتيب بين أفعال الحج، ص ۲۲۰

122۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، النوع الثالث: فی الحلق وإزالة الشعر وقلم الأظفار، فصل: فی ارتكاب المحظورات الثلاث السابقة بعذر، ص٤٧١

کہ ایسا ہی ہوا ہے تو ترکِ رمی ہوا یا کسی کو بھی مار لینے سے پہلے دن کا واجب ادا ہو گیا؟ (سائل: معرفت صوفی اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں رمی ترک ہوئی، کیونکہ دسویں تاریخ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی واجب ہے۔ کسی دوسرے جمرے کو کنکری مارنے سے وہ واجب ادا نہیں ہوتا، لہٰذا ترکِ واجب کی بنا پر دم واجب ہے، اور ترکِ واجب چونکہ معصیت ہے، اس لیے اس پر توبہ کرنا بھی لازم ہے۔

چنانچہ علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، علامہ مجد الدین عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ، علامہ ابو البقاء محمد بن احمد ابن ضیاء حنفی متوفی ۸۵۴ھ اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: وإن ترك رميَ جمرةِ العَقَبة في يومِ النحر فعليه دمٌ.[123]

یعنی، اگر کسی نے یومِ نحر (۱۰ ذی الحجہ) کو جمرہ عقبہ کی رمی چھوڑ دی، تو اس پر دم واجب ہے۔

اور اس کی علّت بیان کرتے ہوئے علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: لأنّه كلُّ وظيفةِ هذا اليومِ رميًا.[124]

یعنی، کیونکہ اس دن کا پورا عمل (یعنی جو اس دن کی خاص عبادت ہے) رمی ہی ہے۔

123۔ بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الجنايات، ۱/ ۱/ ۲۰۱، المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ۸۹، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن فى الجنايات، الفصل الخامس فى الطواف والسعى والرمل ورمى الجمار، ۱/ ۲٤۷، البحر العميق، الباب الثانى عشر: فى الأعمال المشروعة يوم النحر، فصل فيما يفعله الحاج أيام التشريق، ٤/ ۱۸۷۲

124۔ الهداية بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الجنايات، ۱/ ۱/ ۲۰۱

اور اگر رمی کا اکثر حصہ ترک کیا تب بھی دم واجب ہوگا۔ چنانچہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی اور علامہ ابن ضیاء حنفی لکھتے ہیں: وكذا إذا ترك الأكثرَ منها.(125)

یعنی، اور اگر اکثر رمی ترک کی، تو بھی یہی حکم ہے (یعنی دم واجب ہوگا)۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٦ ذو الحجة، ١٤٤٦ھ. ١٣ جون، ٢٠٢٥م

گیارہویں اور بارہویں کی رمی زوال سے پہلے کرنے پر دم کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص گیارہویں اور بارہویں کی رمی زوال سے پہلے کر لے، تو کیا اس پر دم لازم ہوگا، یا صرف توبہ کافی ہوگی؟

(سائل: رضوان، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اگر کسی نے گیارہویں کی رمی زوال سے پہلے کر دی، اور بارہویں کی فجر طلوع ہونے سے پہلے اس کا اِعادہ نہ کیا، یا بارہویں کی رمی زوال سے پہلے کر دی اور تیرہویں کی فجر سے پہلے اس کا اِعادہ نہ کیا، تو اس پر دم واجب ہوگا، اور ترکِ واجب کی بنا پر توبہ بھی لازم ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: وقتُ رمي الجمارِ الثلاثِ في اليوم الثاني والثالث من أيام النحر: بعد الزوالِ فلا يجوزُ قبله في المشهور. والوقت المسنون في اليومين: يمتدُّ من

125... بداية المبتدي، كتاب الحج، باب الجنايات، ١/ ١/ ٢٠١، البحر العميق، الباب الثاني عشر: في الأعمال المشروعة يوم النحر، فصل فيما يفعله الحاج أيام التشريق، ٤/ ١٨٧٢

الزوالِ إلى غروبِ الشمس. ومن الغروبِ إلى طلوع الفجر وقتٌ مكروه. وإذا طَلَع الفجرُ فقد فات وقتُ الأداءِ. (126)

یعنی ایامِ نحر کے دوسرے (گیارہویں) اور تیسرے (بارہویں) دن جمرات کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، چنانچہ مشہور قول کے مطابق زوال سے پہلے رمی ادا نہیں ہوگی۔ اور گیارہویں اور بارہویں دونوں دنوں میں رمی کا مسنون وقت زوال سے غروبِ آفتاب تک ہے، جبکہ غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک مکروہ وقت شمار ہوتا ہے، اور فجر طلوع ہونے کے بعد رمی کی ادائیگی کا وقت فوت ہوجاتا ہے۔

اور علامہ حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں: فما يفعله كثيرٌ من الناس من الرمى قبل الزوال فهو خطأٌ موجبٌ للدم. (127)

یعنی، بہت سے لوگ جو زوال سے پہلے رمی کرتے ہیں، تو یہ ایک ایسی خطا ہے جس کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٦ ذو الحجة، ١٤٤٦ھ. ١٣ جون، ٢٠٢٥م

سفر

حیض کی حالت میں طائف کا سفر اور واپسی پر احرام وطوافِ وداع کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین ان مسائل کے

126... لباب المناسك، باب رمى الجمار وأحكامه، فصل فى وقت الرمى فى اليومين، ص ١٦٠

127... إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، باب رمى الجمار وأحكامه، فصل فى وقت الرمى فى اليومين، تحت قوله: يجوز الرمى فيهما قبل الزوال إلخ، ص ٣٣٦

بارے میں کہ (1) ایک عورت نے حج کے بعد طوافِ زیارت تو کر لیا، لیکن طوافِ وداع سے قبل عوارضِ نسوانی (حیض) میں مبتلا ہو گئی۔ اب وہ اسی ناپاکی کی حالت میں طائف زیارت کے لیے روانہ ہوتی ہے، تو اس حالت میں عمرے کے احرام کا کیا حکم ہو گا؟

2. اور طوافِ وداع کے ترک کرنے کی صورت میں کیا حکم ہو گا، جبکہ اُس کی آج یا کل وطن واپسی ہے؟ (سائل: معرفت آصف، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: (1) اگر یہ عورت طائف سے واپسی میں سیدھے مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم کے ارادے سے نہ آئے، بلکہ میقات کے اندر کسی علاقے (مثلاً جدہ، تنعیم یا جعرانہ) کے ارادے سے آئے، اور پھر وہاں سے حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ داخل ہو کر اپنے وطن واپس چلی جائے، تو ایسی صورت میں اس پر عمرے کا احرام لازم نہ ہو گا۔

اس بارے میں تفصیل ہمارے سابقہ مجموعہ "فتاویٰ حج و عمرہ" میں موجود ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(2) چونکہ یہ عورت حیض کی حالت میں مکہ مکرمہ سے طائف روانہ ہوئی تھی، اس لیے اس پر طوافِ وداع واجب نہ تھا، کیونکہ حائضہ سے طوافِ وداع ساقط ہوتا ہے۔ اب اگر وہ طائف سے واپس آتی ہے، تو بھی اس پر طوافِ وداع لازم نہیں ہو گا، کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی معاف ہو چکا ہے۔

یہ معاملہ اس عورت کی مانند ہے، جو حالتِ حیض میں مکہ مکرمہ سے براہِ راست اپنے وطن روانہ ہو جائے، اور پھر کچھ عرصے بعد دوبارہ مکہ مکرمہ آئے، تو اس سے سابق طوافِ وداع کا مطالبہ نہیں ہوتا۔

چنانچہ علامہ رضی الدین وبرہان الاسلام محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے: وإن خرجت وهي حائض ثم اغتسلت ثم رجعت إلى مكة قبل أن تجاوز الميقات فعليها الطواف۔(128)

یعنی، اگر کوئی عورت حیض کی حالت میں مکہ سے روانہ ہو گئی، پھر حیض سے پاک ہوئی، اور میقات سے آگے نکلنے سے پہلے واپس مکہ مکرمہ آ گئی، تو اس پر طوافِ وداع لازم ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: وقت رُخصت عورت حیض یا نفاس سے ہو تو اس پر (طواف وداع) نہیں۔ حیض والی مکہ معظّمہ سے جانے کے قبل پاک ہوگئی تو اس پر یہ طواف واجب ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اُسے یہ ضرور نہیں کہ واپس آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہوگیا جب کہ میقات سے باہر نہ ہوئی تھی اور اگر جانے سے پہلے حیض ختم ہو گیا مگر نہ غسل کیا تھا، نہ نماز کا ایک وقت گزرا تھا تو اُس پر بھی واپس آنا واجب نہیں۔(129)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء،٦ محرم، ١٤٤٧ھ۔١ جون، ٢٠٢٥م

ارادۂ طائف کے ساتھ مکہ میں پندرہ دن کی نیت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین ان مسئلہ کے

128... المحيط السرخسي، كتاب الحج، باب طواف الصدر، ٢/ ٢٠٧، الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج، ١/ ٢٣٥

129... بہار شریعت، حج کا بیان، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، طواف رُخصت، ١/٦/١١٥١، ١١٥٢

بارے میں کہ اگر زید مکہ مکرمہ جاتا ہے اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتا ہے لیکن ساتھ میں اس کی یہ نیت بھی ہے کہ دس دن کے بعد وہ طائف جائے گا اور دن ہی دن میں لوٹ آئے گا یا اکثر رات گزارنے سے پہلے لوٹ آئے گا لیکن زید نے کوئی راستہ متعیّن نہیں کیا تھا کہ وہ "سیل الکبیر" والے راستے سے جو کہ مدّت سفر پر ہے اس سے جائے گا یا "ھُدیٰ" والے راستے سے جو کہ مدّت سفر سے کم ہے اس سے جائے گا یا پھر زید کو علم ہی نہیں تھا کہ طائف جانے کے دو راستے ہیں ایک مدّتِ مسافت پر ہے اور دوسرا نہیں تو مذکورہ صورتوں میں زید مقیم ہو گا یا مسافر؟

(سائل: خرم نوری قادری، گلشن اقبال، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ سیلِ کبیر والے راستے سے طائف مکہ مکرّمہ سے ۱۲۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے جبکہ ہُدیٰ والے راستے سے مکہ مکرّمہ سے طائف ۸۶ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ جیسا کہ "تاریخ مکہ"[130] صورتِ مسئولہ میں زید مسافر ہو گا، کیونکہ جب اس نے پندرہ دن کے دوران طائف جانے کا ارادہ بھی کیا ہے لیکن نہ کوئی راستہ متعیّن کیا اور نہ ہی اسے یہ علم تھا کہ طائف جانے کے دو مختلف راستے ہیں، جن میں سے ایک مدّتِ سفر پر ہے اور دوسرا نہیں، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی راستے سے جانے کے لیے آمادہ ہے، اور جب دونوں میں سے کسی بھی راستے سے جانے کا امکان باقی ہے تو ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ اِرادہ نہ ہوا جو کہ اقامت کے لیے شرط ہے، لہٰذا مکہ مکرمہ زید کے لیے وطنِ اقامت نہ بنے گا۔ اور

130... تاریخ مکہ مکرمہ، ص ۲۷ و ۲۸

اس لیے بھی کہ زید کے مسافر ہونے کا یقین ہے اور اس کے مقیم ہونے میں شک ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرے گا، اور یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا، اس لیے زید مسافر ہی رہے گا لہٰذا اس پر سفر کے احکام جاری ہوں گے اور وہ قصر نماز پڑھے گا۔

کیونکہ اس شخص نے پندرہ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا عزم مصمم نہیں کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اُس نے دس روز بعد طائف جانے کا ارادہ کیا تھا لہٰذا پندرہ دن اس جگہ ٹھہرنے کا پختہ ارادہ نہ پایا گیا اور اقامت کے لیے ارادے کی پختگی ضروری ہے۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: وإن دَخلَ المسلمون أرضَ الحرب فانتهوا إلى حِصنٍ ووطّنوا أنفسَهم على أن يُقيموا عليه شهرًا إلّا أن يَفتحوه قبل ذلك، أخبرهم الوالي بذلك، فإنّهم يَقصُرون الصّلاة۔

اس کے تحت علامہ شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: لأنّهم لم يَعزِموا على إقامةِ خمسَ عشرةَ ليلةً لمكانِ الاستثناء، فالفَتحُ قبل مُضِيّ خَمس عشرة ليلةً مُحتمَلٌ. (131)

یعنی، اگر مسلمان دار الحرب میں داخل ہوں اور کسی قلعے کے پاس پہنچ کر وہاں ایک مہینے قیام کا ارادہ کریں، بشرطیکہ اس سے پہلے فتح نہ ہو جائے، اور یہ بات امیر لشکر نے ان کو بتا دی ہو، تو تمام افراد قصر نماز

131۔ السیر الکبیر وشرحہ للسرخسی، باب صلاۃ القوم الذین یخرجون العسکر و یریدون العدو، ۱/ ۱/ ۱۷۰

پڑھیں گے؛ کیونکہ استثناء کی موجودگی میں پندرہ راتیں قیام کا پختہ ارادہ باقی نہ رہا، اس لیے کہ پندرہ راتیں پوری ہونے سے پہلے فتح ہو جانا ممکن ہے۔

لہٰذا جب پندرہ راتیں قیام کا پختہ ارادہ باقی نہ رہا تو اقامت درست نہ ہوئی اور فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ نیت میں اقامت کرنے والے کے ارادے کا پختہ ہونا معتبر ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین ابن امیر حاج حنفی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:
نيّة الإقامة خمسة عشر يوماً يعتبر عزمُه على الثّبات.[132]

یعنی، پندرہ دن قیام کی نیت میں اس کا پختہ ارادہ ہونا معتبر ہے۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: ولا بُدّ فی تحقّق النّيّة من الجزم.[133]

یعنی، اقامت کی نیّت کے تحقّق کے لئے جزم ہونا ضروری ہے۔

اور پھر زید کو پندرہ روز سے قبل طائف جانے کا یقین ہے کہ وہ ضرور جائے گا جبکہ نہ جانے کا بھی احتمال بھی موجود ہے جو صرف شک کا فائدہ دے سکتا ہے اور یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام ابوالحسن عبید اللہ بن حسین کرخی حنفی متوفی ۳۴۰ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: اليقينُ لا يَزول بالشكّ۔ (واللفظ لابن نجيم)[134]

132۔ حلبة المجلّی فی شرح منية المصلّی، کتاب الصلاۃ، فصل فی صلاۃ المسافر، ۲/ ۵۲۸

133۔ غنية المستملی فی شرح منية المصلّی، کتاب الصلاۃ، فصل فی صلاۃ المسافر، ص ٤٦٥

134۔ أصول الكرخي مع شرحه للنسفي، القاعدة الأولى، ص ۹۳، الأشباه والنظائر، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الثالثة، ص ٥٦

یعنی، یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۴ محرم، ۱۴۴۷ھ۔ ۹ جولائی، ۲۰۲۵م

مکہ میں پندرہ دن قیام کی نیت اور درمیان میں سفر کی صورتیں

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ اگر ایک شخص مکہ مکرمہ جاتا ہے اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتا ہے لیکن ساتھ میں اس کی یہ نیت بھی ہے کہ دس دن کے بعد، وہ دن میں عرفات، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ جائے گا اور دن ہی دن میں لوٹ آئے گا یا اکثر رات گزارنے سے پہلے لوٹ آئے گا تو آیا وہ مقیم ہوگا یا مسافر؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص مکہ مکرمہ جاتا ہے اور وہاں 15 دن ٹھہرنے کی نیت کر لیتا ہے لیکن ساتھ میں اس کی یہ نیت ہے کہ 10 دن بعد، وہ مسجدِ عائشہ یا مسجد جعرانہ دن یا رات میں جائے گا اور وہاں نصف رات سے زیادہ گزار کر پھر مکہ مکرمہ لوٹے گا، تو اس صورت میں وہ مقیم ہوگا یا مسافر؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص مکہ مکرمہ جاتا ہے اور وہاں 15 دن ٹھہرنے کی نیت کر لیتا ہے لیکن ساتھ میں اس کی یہ نیت ہے کہ 10 دن بعد، وہ مسجدِ عائشہ یا مسجد جعرانہ دن میں یا رات میں جائے گا اور وہاں نصف رات گزارنے سے پہلے ہی مکہ مکرمہ لوٹ آئے گا لیکن اتفاقاً اُسے وہاں رات گزارنی پڑتی ہے اور وہ وہاں رات گزار کر پھر مکہ لوٹتا ہے، تو

اس صورت میں وہ مقیم ہو گا یا مسافر؟
چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص مکہ مکرمہ جاتا ہے اور15 دن ٹھہرنے کی نیت کر لیتا ہے لیکن پھر اس کا ارادہ تبدیل ہو جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو جاتا ہے اور وہاں جا کر 8 دن ٹھہرتا ہے اور پھر مکہ مکرمہ لوٹ آتا ہے اور 15 دن ٹھہرنے کی نیت کر لیتا ہے تو اس مکمل سفر میں وہ مقیم ہو گا یا مسافر؟ (سائل: خرم نوری قادری، گلشن اقبال، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: (۱ تا ۳) اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے اور اس نیت کے ساتھ کہ ہر رات مکمل یا اکثر مکہ مکرمہ ہی میں گزارے گا، تو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم شمار ہو گا۔ اب اگر وہ دورانِ قیام منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مسجدِ عائشہ یا جعرانہ جیسے مقامات پر (جو حدودِ مکہ سے خارج ہیں) دن کے وقت جائے اور آدھی رات سے پہلے مکہ واپس آجائے، یا اتفاقاً وہاں رات گزارنی پڑ جائے، تو وہ بدستور مقیم ہی رہے گا، کیونکہ یہ مقامات مکہ مکرمہ سے شرعی مسافت (92 کلومیٹر) کے فاصلے پر نہیں ہیں، اور رات گزارنا عارض ہوا، نیت میں شامل نہیں۔ البتہ اگر اُس کی نیت یہ ہو کہ وہ پندرہ دن کی مدت میں مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رات کا اکثر حصہ گزارے گا، تو چونکہ یہ مختلف جگہوں پر قیام کی نیت ہے، اس لیے وہ مقیم شمار نہیں ہو گا، نہ مکہ مکرمہ میں اور نہ مذکورہ مقامات میں، بلکہ وہ ہر جگہ مسافر ہی رہے گا۔

(۴) وہ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے گا، مقیم شمار ہو گا۔ اور جب مدینہ منورہ کے لیے مکہ مکرمہ سے باہر نکلے گا، تو انشاء سفر کے پائے جانے کی وجہ سے

مسافر ہو جائے گا۔ مدینہ منورہ میں چونکہ پندرہ دن قیام کی نیت نہیں، اس لیے وہاں بھی مسافر ہی شمار ہوگا۔ پھر جب وہ مدینہ منورہ سے دوبارہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگا، تو سفر کے دوران بھی مسافر رہے گا۔ اگر مکہ مکرمہ پہنچ کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کرے، تو وہاں مقیم ہو جائے گا، ورنہ بدستور مسافر ہی رہے گا۔

چنانچہ وطنِ اقامت کے بارے میں علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وَهوَ مَا خرجَ إليهِ بنيةِ إقامةِ نصف شهرٍ سواءٌ كان بينهُ وبين الأصليِ مَسِيرةَ السفرِ أو لا۔[135]

یعنی، وطنِ اقامت وہ جگہ ہے جس کی طرف پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے سفر کیا جائے، خواہ وطنِ اصلی اور اس مقام کے درمیان شرعی مسافتِ سفر ہو یا نہ ہو۔

اور وطنِ اقامت باطل ہونے کی صورتیں بیان کرتے ہوئے علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: يبطلُ (وطنُ الإقامةِ بمثلهِ وَ) بالوطنِ (الأصليِّ وَ) بإنشاءِ (السفرِ)۔[136]

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل (یعنی دوسرے وطنِ اقامت)، وطنِ اصلی، اور نئے سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

135۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: و يبطل وطن الإقامة، ۲/ ۷۳۰

136۔ تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۰۶

اور اگر کوئی مسافر ایک سے زائد مقامات میں مجموعی طور پر پندرہ دن قیام کا ارادہ رکھے، اور ان مقامات کے درمیان شرعی مسافت نہ ہو، تو محض دن کے قیام یا مجموعی ایام کی نیت سے اقامت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ کسی ایک جگہ رات گزارنے کی نیت ضروری ہوتی ہے، اسی پر اقامت کا حکم مرتب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: وَإِذَا نوَى المسافرُ أن يقيمَ بمكةَ ومنًى خمسةَ عشرَ يوماً لم يتم الصلاةَ إلّاَ إذَا نوَى المسافرُ أن يقيمَ باللّيلِ فِي أحدِهما فيصيرُ مقيماً بدخولِهِ فيهِ لأنَّ إقامةَ المرءِ مضافةٌ إلى مبيتهِ۔ [ملتقطاً][137]

یعنی، اگر مسافر نے مکہ مکرمہ اور منیٰ میں پندرہ دن قیام کی نیت کی، تو نماز مکمل نہیں پڑھے گا، الّا یہ کہ وہ کسی ایک مقام پر رات گزارنے کی نیت کرے، تو اس مقام میں داخل ہوتے ہی وہ مقیم شمار ہوگا، اس لیے کہ اقامت کا اعتبار آدمی کے رات گزارنے سے ہوتا ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: والمفهومُ من المتونِ أنّه لو نوى في إحداهما نصفَ شهرٍ صحّ فحينئذٍ لا يضرُّه خروجُه إلى عرفاتٍ إذ لا يُشترط كونُه نصفَ شهرٍ متواليًا بحيثُ لا يخرج فيه.[138]

یعنی، متون سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک مقام پر پندرہ دن کی نیت کر لی جائے تو اقامت درست ہو جاتی ہے، اور پھر

137۔۔۔ الهداية شرح بداية المبتدی، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ۱/ ۱/ ۹۸

138۔۔۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: فلو دخل إلخ، ۲/ ۷۳۰

عرفات جانا مضر نہیں، کیونکہ پندرہ دن کا اس طرح مسلسل ہونا شرط نہیں کہ اس دوران کہیں نہ جائے۔

اسی مسئلے پر امام اہل سنت، امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ نے ایک سوال کے جواب میں تفصیل سے لکھا ہے: کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت اِلٰہ آباد میں کرلی ہے تو اب الہ آباد وطن اقامت ہوگیا نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگر چہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہرروز اِلٰہ آباد سے کہیں تھوڑی دور یعنی چھتیس ۳۶ کوس (92 کلومیٹر) سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی (رات گزارنے) کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً اِلٰہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگر چہ دوسری جگہ اِلٰہ آباد کے ضلع میں بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو، اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگر چہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہوگئی نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ اِلٰہ آباد سے چھتیس ۳۶ کوس یعنی ستاون ۵۷ اٹھاون ۵۸ میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرالیا اور اس کے بعد اتفاقاً چندراتوں کے لئے اورجگہ جانا ہوا جو اِلٰہ آباد سے تین منزل (92 کلومیٹر) کے فاصلہ پر

نہیں اگر چہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو سفر نہ ہوگا اس مقامِ دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور اِلٰہ آباد میں بھی۔(139)

اور فقہاء کرام کی اصطلاح میں رات گزارنے کا مطلب مکمل شب نہیں، بلکہ اکثر رات کا قیام ہوتا ہے۔اس کی مثالیں فقہی کتب میں موجود ہیں، جیسے اگر کوئی قسم کھائے کہ وہ کسی جگہ رات گزارے گا، تو اس کا اطلاق اکثر شب پر ہوتا ہے۔اسی طرح حج کے موقع پر منیٰ میں رات گزارنے کی جو سنت ہے، اس سے بھی مراد اکثر رات کا قیام ہی لیا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: فإذا حلفَ لَا يبيتُ معَ فلانٍ, أو لَا يبيتُ فِي مكانٍ كذا, فالمبيتُ بالليلِ حتى يكونَ فيه أكثرُ من نصفِ الليلِ، وَإِذَا كانَ أقلُّ لم يحنث، وسواءٌ نامَ فِي الموضعِ أو لم ينم؛ لأنَّ البيتوتةَ عبارةٌ عنِ الكونِ فِي مكانٍ أكثرُ من نصفِ الليلِ؛ ألَا يَرى أنَّ الإنسانَ يدخلُ علَى غيرِهِ ليلاً يُقيمُ عِندَه قطعةً مِنَ الليلِ، ولَا يُقالُ: باتَ عندهُ، وإذَا أقامَ أكثر الليلِ يُقالُ: باتَ عندهُ، ويقالُ: فلانٌ بائتٌ فِي مَنزلِه، وإن كانَ فِي أوّلِ الليلِ فِي غيرِهِ.(140)

یعنی، اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ فلاں شخص کے ساتھ رات نہیں گزارے گا یا فلاں جگہ رات نہیں گزارے گا، تو رات گزارنے کا اعتبار اس وقت ہوگا جب وہ اس شخص کے ساتھ یا اس جگہ میں آدھی رات سے زیادہ قیام کرے، اور اگر وہ اس سے کم ٹھہرے تو قسم نہیں ٹوٹے گی، خواہ وہاں

139... فتاوی رضویہ، نماز کا بیان، مسافر کی نماز، ۲۵۱/۸

140... بدائع الصنائع، کتاب الأیمان، فصل: فی الحلف عل السکنٰی، ۱۵۷/۴

سوئے یا نہ سوئے، کیونکہ رات گزارنے کا مطلب فقہاء کے ہاں اس جگہ میں رات کا اکثر حصہ ٹھہرنا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص رات کے کسی حصے میں کسی کے پاس جائے، تو عرفاً اسے وہاں رات گزارنے والا نہیں کہا جاتا، اور اگر وہ اکثر رات وہاں مقیم ہو، تو اسے وہاں رات گزارنے والا کہا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے: فلاں نے اس کے ہاں رات گزاری، خواہ ابتدائی شب کسی اور مقام پر رہا ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (والخروجُ مِن مكةَ الٰى منًى يومَ التروِيةِ) أى بعدَ فجرهِ حتّٰى يُصَلّٰى خمسَ صَلواتٍ فى منًى (وَالبيتوتةُ) اَى كونُ اكثرِ الليلِ (بمنًى ليلةَ عرفة) أى لا بمكّةَ ولا بعرفاتٍ إلّا لِحادثٍ من الضروراتِ (وهذه) أى هذهِ المذكورات (هىَ المؤكَّدةُ) أى السُننُ المؤكدةُ.[141]

یعنی، یومِ ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو فجر کے بعد منیٰ کی طرف نکلنا سنت ہے، یہاں تک کہ وہاں پانچ نمازیں ادا کی جائیں۔ اسی طرح عرفہ کی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنا سنت ہے، نہ کہ مکہ یا عرفات میں، الّا یہ کہ کوئی شرعی ضرورت لاحق ہو۔ اور یہ سب مؤکدہ سنتیں ہیں۔

اور مقیم شخص محض سفر کے ارادے سے مسافر نہیں بنتا، جب تک وہ شرعی سفر کے ارادے سے اپنے وطنِ اقامت سے باہر نہ چلا جائے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود ابن مازہ بخاری حنفی متوفی

141۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب فرائض الحج وواجباته وسننه ومستحباته ومكروهاته، ص ١٠٤، ١٠٥

۶۱۶ھ لکھتے ہیں: وَمَن کان مُقِیماً فی مکانٍ لا یصیرُ مسافرًا بمجرّد النیة ما لم یخرج. [142]

یعنی، اور جو کسی جگہ مقیم ہو تو وہ محض (سفر کی) نیت سے مسافر نہیں ہو جائے گا، جب تک کہ (شرعی سفر یعنی تین دن کی راہ تک جانے کے ارادے سے) بستی سے باہر نہ ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۲ محرم ۱۴۴۷ھ ۔ ۸ جولائی ۲۰۲۵م

جنایات

ایک ہاتھ کے ناخن دو مجالس میں کاٹنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ اگر ایک شخص ایک ہاتھ کے چار ناخن ایک مجلس میں کاٹے، اور پھر اسی ہاتھ کا پانچواں ناخن دوسری مجلس میں کاٹے، تو اُس پر کیا دم لازم آئے گا یا صدقہ؟ (سائل:انس، بغدادی لیاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس شخص پر پانچ صدقے لازم آئیں گے، نہ کہ دَم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ناخن کاٹ لے، تو اس پر ایک دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر پانچ سے کم ناخن کاٹے جائیں، تو ہر ناخن کے بدلے ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔

جبکہ زیرِ بحث صورت میں چونکہ اس نے ایک ہی مجلس میں پانچ مکمل ناخن نہیں کاٹے، بلکہ دو الگ مجالس میں پانچوں ناخن مکمل کیے، اس

142... المحیط البرھانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی والعشرون: صلاۃ المسافر، ۲/ ۴۰۰

لیے دَم لازم نہیں، بلکہ ہر ناخن کے عوض ایک صدقہ واجب ہوگا۔ الّا یہ کہ ان صدقات کی مجموعی مالیت ایک دَم کے برابر ہوجائے، تو دَم دے دینا بھی کافی ہوگا۔ لیکن موجودہ زمانے میں عملاً پانچ صدقات کی مالیت دَم کے برابر نہیں ہوتی، لہٰذا ہر ناخن کے بدلے صدقہ دینا ہی لازم ہے۔

چنانچہ علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علامہ عبد اللہ بن حسین بن حسن بن حامد متوفی نحو سنۃ ۹۰۰ھ لکھتے ہیں: (وإن قصَّ يداً واحدةً (أو رِجلاً فعليه دم وإن قصَّ أقلَّ من خمسةِ أظافيرَ، فعليه صَدَقةٌ) أي: يجبُ بكلِّ ظُفُرٍ صَدقةٌ.(143)

یعنی اگر کوئی ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے تمام ناخن کاٹ دے تو اس پر ایک دم واجب ہوگا، اور اگر پانچ سے کم ناخن کاٹے تو اس پر صدقہ واجب ہوگا، یعنی ہر ناخن کے بدلے ایک صدقہ۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور علامہ عبد اللہ بن حسن عفیف کازرونی حنفی متوفی ۱۱۰۲ھ لکھتے ہیں: (إذا قَصَّ أظافيرَ يدٍ واحدةٍ أو رِجلٍ) واحدة سواء باشر القص بنفسه أو بغيره بأمره أو بدونه (في مجلس) واحدٍ (فعليه دمٌ) واحدٌ (وإن قَلَّم أقل من) أظافير (يد) واحدة (أو رِجل) واحدة (فصدقةٌ) أي فعليه صدقة (لكل ظُفُر نصفَ صاع إلّا أن يَبْلُغَ ذلك) أي مجموعُه (دماً فَينْقُصُ منه ماشاء) كذا في البدائع وغيره.(144)

143... مختصر القدوري وشرحه حذق العيون، كتاب الحج، باب جنايات المحرم، ص ۲۲۳

144... لباب المناسك وشرحه أقرب المسالك إلى بغية الناسك، باب الجنايات، وأنواعها، النوع الثالث: في الحلق وإزالة الشعر وقلم الأظفار، فصل في قلم الأظفار، ق ۱۸۷/ب، مخطوط مصوّر

یعنی: جب کوئی شخص ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے تمام ناخن ایک ہی مجلس میں کاٹ دے، خواہ خود کاٹے یا کسی سے کٹوائے، حکم دے کر یا بغیر حکم کے، تو اُس پر ایک دم لازم ہوگا۔ اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں سے کم ناخن کاٹے، تو ہر ناخن کے عوض نصف صاع صدقہ لازم ہوگا، مگر جب تمام ناخنوں کے صدقات کا مجموعہ ایک دم کے برابر ہوجائے، تو وہ جو چاہے کم کر سکتا ہے، جیسا کہ "البدائع"[145] وغیرہ میں ہے۔

اور علامہ احمد بن علی بن عمر منینی حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں: وإن قَصّ أقلَّ من خمسةِ أظفارٍ في مجلسٍ فعليه صدقةٌ.[146]

یعنی، اگر کسی نے ایک ہی مجلس میں پانچ سے کم ناخن کاٹے (یعنی ایک سے چار تک)، تو اُس پر صدقہ واجب ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "عالمگیری"[147] کے حوالے سے لکھتے ہیں: ایک ہاتھ (یا) ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دَم ہے اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دَم کے برابر ہوجائے تو کچھ کم کرلے یا دَم دے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے

145... بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فیما یجری مجری الطیب، ۳/ ۲۲۷، ۲۲۸

146... بلغة المحتاج لمناسك الحاج، فصل فی محظورات الإحرام وجنایات المحرم، ق ۸/ ألف، مخطوط مصوّر

147... الفتاوى الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث في حلق الشعر وقلم الأظفار، ۱/ ۲۴۴

جلسہ میں کترے تو دو دَم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار جلسوں میں تو چار دَم۔ ایک ہی جلسہ (مجلس) میں ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن تراشے اور چہارم سر مونڈایا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ہر ایک پر ایک ایک دَم یعنی تین دَم واجب ہیں۔(148)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس،١٧ ذی القعدة،١٤٤٦ھ-١٤ مایو، ٢٠٢٥م

ساتوں صدقے ایک ہی فقیر کو دینے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے نفلی طواف بلا وضو کیا تو سات چکروں کے بدلے سات صدقے لازم ہیں، یہ تو معلوم ہے۔ البتہ پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ ساتوں صدقے ایک ہی شرعی فقیر کو دیے جاسکتے ہیں یا سات الگ الگ شرعی فقیروں کو دینا ضروری ہوگا؟ (سائل: ایک اسلامی بھائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اگر وہ ایک ہی دن میں ساتوں صدقے دینا چاہے تو اسے لازم ہے کہ سات الگ الگ فقیروں کو ایک ایک صدقہ دے۔ اور اگر ایک ہی فقیر کو ایک ساتھ ساتوں صدقے دے گا تو صرف ایک ہی صدقہ ادا ہوگا۔ البتہ اگر وہ ایک ہی شرعی فقیر کو سات دن تک روزانہ ایک ایک صدقہ دیتا رہے تو یہ جائز ہے۔

چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ اور علامہ حنیف الدین بن عبد الرحمن بن عیسیٰ مرشدی حنفی متوفی ١٠٦٧ھ لکھتے ہیں: هل يُشترط عددُ المساكين صورةً في الإطعام تمليكاً وإباحةً؟ قال أصحابُنا: ليس بشرطٍ، حتى

148... بہارِ شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ناخن کترنا، ١/٦/١١٧٣

لو دفعَ طعامَ ستّةِ مساكين وهو ثلاثةُ آصُعٍ إلى مسكينٍ واحدٍ في ستّةِ أيّامٍ كلَّ يوم نصف صاعٍ، أو غَدّى مسكيناً واحداً وعَشّاه ستةَ أيّامٍ، أجزأه عندنا، أما لو دفعَ طعامَ ستّةِ مساكينَ إلى مسكينٍ واحدٍ في يوم دُفْعةً واحدةً أو دُفَعاتٍ فلا رواية فيه، واختلف مشايخُنا فقال بعضُهم: يجوزُ، وقال عامّتُهم: لا يجوز إلّا عن واحدٍ وعليه الفتوى.[149]

یعنی، کیا کھانا کھلانے کی صورت میں، خواہ تملیک (یعنی مسکین کو مالک بنانا) ہو یا اباحت (یعنی مسکین کو کھلا دینا)، مسکینوں کی تعداد شرط ہے؟ ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص چھ مسکینوں کا کھانا، جو تین صاع بنتا ہے، ایک ہی مسکین کو چھ دنوں میں دے، ہر دن آدھا صاع، یا ایک ہی مسکین کو صبح شام چھ دنوں تک کھلائے، تو یہ ہمارے نزدیک ادا ہوجائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص چھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی مسکین کو ایک دن میں ایک ساتھ یا الگ الگ بار دے، تو اس بارے میں کوئی روایت منقول نہیں۔ ہمارے مشائخ کے درمیان اس میں اختلاف ہے: بعض نے کہا کہ جائز ہے، لیکن اکثر نے کہا کہ یہ صرف ایک ہی مسکین کی طرف سے شمار ہوگا، اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دیدیے یا تین یا سات مساکین پر تقسیم کر

149... المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب فى جزاء الجنايات وكفاراتها، فصل فى أحكام الدماء وشرائط جوازها، تحت قوله: فلو تصدق به على فقير واحد جاز، ص ٥٥٨، مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب فى جزاء الجنايات وكفاراتها، فصل فى أحكام الدماء وشرائط جوازها، تحت قوله: فلو تصدق به على فقير واحد جاز، ق ٢٣٥/ب، ٢٣٦/ ألف، مخطوط مصوّر

دیے تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو دے۔(150)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۸/ ربیع الأول، ۱٤٤۷ھ ، ۱۲/ ستمبر، ۲۰۲۵م

متفرق

مسائلِ حج وعمرہ سیکھنے کی ضرورت اور اس کی اہمیت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم اکثر لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ زرِ کثیر خرچ کرکے حج یا عمرہ کرنے کے لئے حرمین طیبین جاتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حج اور عمرہ کے مسائل کو بالکل نہیں جانتے اور پھر ایسی ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور کچھ لوگ تو ان مسائل کو اہمیت نہیں دیتے اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ ایک ایسی تحریر لکھیں جس میں حج وعمرہ کے لئے جانے والوں کے لئے مسائلِ حج وعمرہ جاننے کی ترغیب ہو۔

(سائل: سیّد منیز عطاری نعیمی، گارڈن ویسٹ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج وعمرہ کے لئے جانے والوں پر لازم ہے کہ وہ حج وعمرہ کے لئے جانے سے قبل ان کے مسائل کو جانیں کیونکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے کلمات ذکر فرمائے ہیں چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ

150... بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱/ ۶/ ۱۱۶۲

ثُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ O[151]

ترجمہ :اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمان بردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما، بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ (کنزالایمان)

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اور علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ اور امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۰ھ اور علامہ محمد علی صابونی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا" کے تحت لکھا: أي علِّمنا وبصِّرنا { مناسكنا } أي شرائعَ ديننا وأعلامَ حجّنا ودُلَّنا عليه.[152]

یعنی، ہمیں ہمارے مناسک سکھادے اور اُن کو سمجھا دے یعنی ہمارے دین کے احکام اور حج کے نشانات واضح کردے اور ہمیں ان تک پہنچنے کا راستہ دکھا دے۔

اور ابنِ جریر اور ابن کثیر نے عطا تابعی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا" کی تفسیر میں لکھا: أخرِجها لنا وعلِّمنا إيّاها.[153]

151... البقرة: ۲/ ۱۲۸

152... تفسیر الطبری، ۱/ ۶۰۴، تفسیر الخازن ۱/ ۸۱، تفسیر البغوی، ۱/ ۷۷، صفوة التفاسیر، ۱ / ۹۴

153... تفسیر الطبری، ۱/ ۶۰۴، تفسیر ابنِ کثیر، ۱/ ۲۴۸

یعنی، ہمارے لئے مناسک ظاہر فرمادے اور ہمیں مناسک کا طریقہ سکھادے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ: لما فرغَ إبراهيمُ من بناء البيت قال: قد فعلتُ أي ربِّ فأرنا مناسكَنا، أبرِزها لنا، علِّمناها، فبعث اللهُ جبريلَ فحجَّ به.[154]

یعنی، جب حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے عرض کی: اے اللہ! میں نے اپنا کام کرلیا ہے، اے میرے رب! اب ہمیں ہمارے مناسک دکھادے، اُنہیں ہمارے لئے واضح کردے، اور ہمیں اُن کا علم سکھادے، پس اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا، تو اُنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو حج کروایا۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ مناسکِ حج وعمرہ اجتہادی افعال نہیں اور نہ ہی اُمورِ اعتباری ہیں بلکہ یہ تصرُّفات توقیفیہ تعبُّدیہ ہیں جو محکم ترتیب اور نسق معیّن پر مشروع کئے گئے ہیں کہ جن کا شارع نے ارادہ فرمایا اور جسے اُس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا۔

اور اسی معنی کو ہمارے آقا و مولیٰ نبی آخر الزمان ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنے اس فرمان سے مؤکّد فرمایا: لِتَأْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّيْ لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ.[155]

154... تفسير الطبرى، ١/ ٦٠٤، تفسير ابن عطية = المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ١/ ٢١١، الدر المنثور للسيوطى، ١/ ٣٠١

155... صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب رمى حجره العقبة إلخ، برقم: ٣١٠/ ١٢٩٧، ٢/ ٩٤٣

یعنی، مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو کیونکہ میں (از خود) نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہو گا۔

اور امام یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث شریف کی شرح میں فرمایا: قوله صلى الله عليه و سلم (لِتَأْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ) فهذه اللّامُ لامُ الأمر ومعناه خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ وهكذا وقع في رواية غير مسلمٍ وتقديرُه هذه الأمورُ التي أتيتُ بها في حَجّتي منَ الأقوال والأفعال والهيئاتِ هي أمورُ الحجّ وصفته وهي مناسككُم فخُذوها عنّي واقبَلوها واحفَظوها واعمَلوا بها وعلِّموها الناسَ وهذا الحديثُ أصلٌ عظيمٌ في مناسك الحجّ وهو نحوُ قولِه ﷺ في الصلاة ''صَلُّوا كَمَا رأيْتُمُوْنِي أصَلِّي''.[156]

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو'' یہ ''لام'' لامِ امر ہے، اور اس کا معنی ہے: ''اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو'' اسی طرح یہ الفاظ ''صحیح مسلم'' کے علاوہ کی روایت میں بھی موجود ہیں، اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اعمال اور اقوال جو میں نے اپنے حج میں کئے ہیں، یہی حج کے اعمال اور اس کی کیفیت ہیں اور یہی تمہارے مناسک ہیں پس ان کو مجھ سے سیکھو، ان کو قبول کرو، ان کو یاد رکھو، ان پر عمل کرو اور دوسروں کو سکھاؤ، یہ حدیث حج کے مناسک کے بارے میں ایک بنیادی اُصول ہے، اور اس کا مفہوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے متعلق فرمان کے مشابہ ہے: نماز اسی طرح پڑھو جیسے تم مجھے پڑھتے دیکھتے

156... شرح النووی علی صحیح مسلم، ۵/ ۹/ ۳۹، ۴۰

ہو۔[157]

اور علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ نے اس حدیث شریف(لِتَأْخُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ)کی شرح میں فرمایا: هذا قالهُ في حجّة الوَداع حثًّا لهم على تعلُّم أعمالِ الحجّ وإحكامِ أحكامِها.[158]

یعنی، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃُ الوَداع میں ارشاد فرمائی تاکہ صحابہ کرام کو حج کے اعمال اور اس کے احکام مضبوطی سے سمجھنے کی ترغیب ہو۔

اور علامہ ابوالحسن کبیر نور الدین محمد بن عبدالھادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: قوله:" خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ " أی تعلِّمُوها منّی واحفَظُوها ، وهذا لا يدُلّ على وجوب المناسك، وإنما يدُلّ على وُجوبِ الأخذِ والتعلُّم.[159]

یعنی، "اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو"اور یاد رکھو، یہ مناسک کے وُجوب پر نہیں بلکہ اُن کے حاصل کرنے اور سیکھنے کے وُجوب پر دلالت کرتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مناسک کا علم حاصل کرنا اور دوسروں کو سکھانا خصوصاً اُسے جو بیت اللہ شریف کا قصد اور فریضۂ اسلام کی ادائیگی کا عزم

157... صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب الآذان للمسافر إذا كانوا جماعة إلخ، برقم ٦٣١، ١/ ١٥٤

158... فيض القدير، حرف اللام، برقم ٧٢٢١، ٥/ ٣٣١

159... حاشية السندی على السنن النسائی، كتاب مناسك الحج، باب الركوب إلى الجمار واستظلال المحرم، برقم ٣٠٥٩، ٣/ ٥/ ٢٧٧

کرے سنّت ثابتہ ہے جس پر صحابہ کرام وتابعین عظام اور ان کے بعد سلف صالحین عمل پیرا رہے۔

جیسے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے متعلق روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ، قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ حَتَّى إِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةً حَتَّى خَتَمَهَا ثُمَّ كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ، فَأَفَضْنَا، فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو بَكْرٍ خَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ إِفَاضَتِهِمْ، وَعَنْ نَحْرِهِمْ، وَعَنْ مَنَاسِكِهِمْ..... فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّفْرِ الْأَوَّلُ، قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ كَيْفَ يَنْفِرُونَ، وَكَيْفَ يَرْمُونَ فَعَلَّمَهُمْ مَنَاسِكَهُمْ. (160)

یعنی، جب یوم الترویہ (آٹھ ذو الحجہ) سے ایک دن پہلے کا وقت آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا، اور اُن کو اُن کے مناسک کے بارے میں بتایا، یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے سورۂ براءت کی تلاوت کی، یہاں تک کہ اسے مکمل کرلیا، پھر جب یوم نحر آیا، تو ہم نے طوافِ زیارت کیا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اُنہیں ان کے طوافِ زیارت، قربانی اور دیگر مناسک کے بارے میں بتایا پھر جب یوم نفر اول (بارہ ذو الحجہ) آیا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا، انہیں بتایا

160۔ سُنن الدارمی، کتاب المناسك، باب فی خطبة الموسم، برقم: ١٩١٥، ٢/ ٥٧

کہ کس طرح روانہ ہونا ہے اور کس طرح کنکریاں مارنی ہیں اور انہیں مناسکِ حج کی تعلیم دی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجیوں کے ساتھ اگر ایسا عالم دین موجود ہو جو مناسک حج وعمرہ کا علم رکھتا ہو وہ اپنے ساتھیوں کو روزانہ اس روز ادا کئے جانے والے فرائض، واجبات، سُنَن، مستحبات وغیرہا کے بارے میں آگاہ کرتا رہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا۔

اور امام یحیٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: إن الحجّ أحدُ أركانِ الدّين، ومِن أعظمِ الطّاعاتِ لربِّ العالمينَ، وهو شِعارُ أنبياءِ الله، وسائرِ عبادِ الله الصالحين، فمِن أهمّ الأمورِ بيانُ أحكامِه وإيضاحُ مناسكِه وأقسامِه، وذِكرُ مُصحِّحاتِه ومُفسداتِه وواجباتِه وآدابِه، ومَسنوناتِه وسَوابقِه ولَواحِقِه، وظَواهرِه ودقائقِه.[161]

یعنی، بے شک حج دین کے ارکان میں سے ایک رُکن ہے اور سارے جہان والوں کے مالک کے لئے سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے اور یہ اللہ عزّوجلّ کے انبیاء اور تمام نیک بندوں کی نشانی ہے، پس کاموں میں سب سے اہم یہ ہے کہ اس کے احکام بیان کئے جائیں، اس کے مناسک(اعمال) واضح کئے جائیں، اس کی قسمیں ذِکر کی جائیں، اور اُن چیزوں کو بیان کیا جائے جو حج کو دُرست کرنے والی اور باطل کرنے والی ہیں، اس کے واجبات، آداب، سنتیں، اس سے پہلے کے اُمور، بعد کے لواحق(حج مکمل ہونے کے بعد کے ضروری افعال)، ظاہری احوال، اور باطنی

161... كتاب متن الإيضاح، خطبة الكتاب، ص ٤

نِکات (دل سے متعلق باریک باتیں) یہ سب واضح کئے جائیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ والطَّلَاقَ وَالْحَجَّ فإنَّهُ مِنْ دِيْنِكُمْ.[162]

یعنی، فرائض (علم میراث)، طلاق اور حج (کے مسائل) کو سیکھو، کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہیں۔

اور امام حسن بصری تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: كَانُوا يَرْغَبُونَ فِي تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفَرَائِضِ وَالْمَنَاسِكِ.[163]

یعنی، حضرات صحابہ کرام قرآن، فرائض اور مناسک کی تعلیم حاصل کرنے میں رغبت رکھتے تھے۔

اور امام التابعین عطا بن ابی رباح مکی علیہ الرحمہ نبی کریم ﷺ سے مُرسلاً روایت کرتے ہیں: تعلَّمُوْا الْمَنَاسِكَ فإنَّهَا مِن دِيْنِكُمْ.[164]

یعنی، اپنے مناسک سیکھو، کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہیں۔

یہ روایت علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے امام عطا بن ابی رباح مکی کے حوالے سے نقل کی ہے مگر کُتُبِ احادیث وآثار میں یہ حدیث ان کے حوالے سے نہیں ملی ہاں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ''شرح معانی الآثار''[165] میں مذکور ہے اور امام سیوطی نے اسے

162۔ سُنَن الدارمی، کتاب الفرائض، باب فی تعلیم الفرائض، برقم: ٢٧٥٦، ٢/ ٢٦٩

163۔ سُنَن الدارمی، کتاب الفرائض، باب فی تعلیم الفرائض، برقم: ٢٧٥٧، ٢/ ٢٦٩

164۔ جمع المناسك، مقدمة المؤلف، ص ١

165۔ شرح معانی الآثار، کتاب مناسك الحج، باب من قدم نسكا قبل نسك، برقم: ٤٠٧٩، ٢/ ٣/ ٢٣٧

"الجامع الصغیر"(166) میں نقل کرکے ابنِ عساکر کی طرف منسوب کیا اور علامہ مناوی نے "فیض القدیر"(167) میں فرمایا: خرّجه أبو نعيم والطّبراني والدَّيلمي وغيرُهم (اس کی تخریج ابو نعیم، طبرانی اور دیلمی وغیرہم نے کی ہے)(168) اور علامہ متقی ہندی نے اسے "کنزالعمال"(169) میں ذِکر کیا اورابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے اور حضرت عطا بن ابی رباح کے حوالے سے ان الفاظ کو ابن جماعہ نے "ہدایۃ السالک"(170) میں اور ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے "ارشاد السالک"(171) میں نقل کیا ہے۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَنْ عَمِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ مَا يُفْسِدُ أَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ.(172)

یعنی، جو شخص بغیر علم کے عمل کرے، وہ ٹھیک کرنے کے بجائے زیادہ بگاڑ پیدا کرے گا۔

166۔ الجامع الصغير، حرف التاء، برقم: ۳۳۲۰، ۲/ ۶۸۵

167۔ فيض القدير، حرف التاء، ۳/ ۳۳۳

168۔ فردوس الأخبار، باب التاء، برقم: ۲۰۶۷، ۱/ ۲۸۷

169۔ كنز العمال، كتاب الحج والعمرة، قسم الأقوال، برقم ۱۱۸۷۸، ۳/ ۵/ ۱۱

170۔ هداية السالك، الباب الرابع فى العزم على السفر إلى الحج، الأمر الثالث عشر: تعلم أحكام الصلاة والسفر والحج، ۱/ ۳۰۷

171۔ إرشاد السالك إلى أفعال المناسك، مقدمة الكتاب، ۱/ ۸۸

172۔ الفقيه والمتفقه، باب ذكر الروايات عن النبي صلى الله عليه وسلم فى فضل التفقه والأمر به إلخ، تفضيل الفقهاء على العباد، ۱/ ۱۰۹، المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الزهد، كلام الحسن البصرى رضى الله عنه، برقم: ۳۶۳۴۰، ۱۹/ ۳۶۷، جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر، باب تفضيل العلم على العبادة، برقم: ۹۵، ۱/ ۶۶، هداية السالك، الباب الرابع فى العزم على السفر إلى الحج، الأمر الثالث عشر: تعلم أحكام الصلاة والسفر والحج، ۱/ ۳۰۷، البحر العميق، الباب الرابع: فى مقدمات السفر وآدابه، ۱/ ۴۴۷

اور خطیب بغدادی نے ضرار بن عمرو کے حوالے سے لکھا کہ: إن قوماً تركوا العلمَ، ومجالسةَ أهل العلم، واتخذوا محاريبَ فصامُوا وصلَّوا، حتى بلِي جِلدُ أحدِهم على عظمه، وخَالفُوا السنةَ فهلكوا، فلا والّذي لا إلهَ غيرُه، ما عمِل عاملٌ قطُّ على جهلٍ إلّا كان ما يُفسد أكثرُ ممّا يُصلِح.[173]

یعنی، کچھ لوگ علم چھوڑ کر، اہلِ علم کی صحبت سے کنارہ کش ہو کر، محرابوں میں جا بیٹھے، روزے رکھنے اور نماز پڑھنے لگے، یہاں تک کہ ان کی کھالیں ہڈیوں سے چمٹ گئیں، مگر اُنہوں نے سنت کی مخالفت کی اور ہلاک ہو گئے۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بھی جہالت کی بنیاد پر عمل کرتا ہے، اس کا فساد اس کے ٹھیک کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

اسی طرح امام محمد بن سیرین سے مروی ہے جیساکہ "الاستذکار"[174] میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: وقال بعضُ العلماء: أعمال الجوارحِ في الطاعاتِ مع إهمال شُروطها ضُحكةٌ للشيطان.[175]

یعنی، بعض علماء نے فرمایا: عبادات میں بدنی اعمال اگر ان کی شرائط کے بغیر ہوں، تو یہ شیطان کے لیے مذاق بن جاتے ہیں۔

شاید یہ عبارت امام غزالی شافعی کی ہے کیونکہ آپ نے "احیاء

173… الفقيه والمتفقه، باب ذكر الروايات عن النبي صلى الله عليه وسلم في فضل التفقه والأمر به إلخ، تفضيل الفقهاء على العباد، ١/ ١٠٨

174… الاستذكار، كتاب العلم، باب ما جاء في طلب العلم، ٨/ ٦١٦

175… جمع المناسك، مقدمة المؤلف، ص ١

العلوم"[176] میں اخفاء واظہارِ صدقہ کے بیان میں فرمایا: فإنّ أعمال الجوارح مع إهمال هذه الدقائقِ ضحكةٌ للشيطان وشماتةٌ له لكثرةِ التَّعب وقلّةِ النفع، ومثلُ هذا العلم هُو الذى يُقال فيه: إنْ نعلم (وفى الأذكار للنووى: إن تعلم) مسئلةً واحدةً منه أفضلُ من عبادةِ سنةٍ، إذ بهذا العلمِ تحيا عبادةُ العُمر، وبالجهل به تموتُ عبادةُ العمر كُلِّه، وتتعطَّلُ.[177]

یعنی، ظاہری اعمال اُن کی باریکیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کیے جائیں تو یہ شیطان کے لئے ہنسی اور خوشی کا سبب بنتے ہیں کیونکہ اس میں محنت زیادہ اور نفع کم ہوتا ہے یہی وہ علم ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک مسئلہ سیکھ لینا سال بھر کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ اسی علم سے ساری زندگی کی عبادت زندہ رہتی ہے اور جہالت کی وجہ سے ساری زندگی کی عبادت برباد ہوجاتی ہے اور بے فائدہ ہوجاتی ہے۔

لہٰذا اسلام کے اس رُکنِ جلیل کو ادا کرنے والا، بیت اللہ شریف کا قصد کرنے والا نہ تو کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کا حج، حج مبرور ہوسکتا ہے جب تک اپنی دیگر مصروفیات میں سے وقت نکال کر مسائلِ حج وعمرہ نہ سیکھے، اور جب تک اپنے نفس کو حج وعمرہ کے فرائض وواجبات اور سُنن و مستحبات کو سمجھنے کے لئے مجبور نہ کرے تاکہ اس کی عبادت صحیح ہو

176۔ إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، الفصل الرابع: فى صدقة التطوّع وفضلها وآداب أخذها وإعطائها، بيان إخفاء الصدقة وإظهارها، ١/ ٣٠٤

177۔ مزید دیکھئے الأذكار للنووى، باب المدح، ص ٢٧٢، هداية السالك، الباب الرابع فى العزم على السفر إلى الحج، الأمر الثالث عشر: تعلم أحكام الصلاة والسفر والحج، ١/ ٣٠٧، البحر العميق، الباب الرابع: فى مقدمات السفر وآدابه، ١/ ٤٤٧، مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل، كتاب الحج، ٢/ ٩٢

اور اس کا یہ فرض درست طریقے سے ادا ہو۔ جو شخص اُمورِ دین کو ان کی ادائیگی سے قبل نہیں سمجھتا، ادائیگی میں مشغول ہونے سے قبل مناسک کا علم حاصل نہیں کرتا وہ خطا و تقصیر، نقص و تغیر سے سلامت نہیں رہتا تو وہ سعادت دارین کے حصول کے بدلے خائب و خاسر، خالی ہاتھ لوٹتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس بات کو اپنے جامع ارشاد کے ذریعے واضح فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ يُرِدْ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ.(178)

یعنی، جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

اس لئے وہ خیر کہ جس کی ہر رکوع و سجود کرنے والا خواہش رکھتا ہے جس کی ہر حج وعمرہ کرنے والا تمنا کرتا ہے وہ تفقُّہ فی الدین کے بغیر متحقّق نہ ہوگی۔ اسی لئے حضرت سعید ابن مسیب تابعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: فَإِنَّ عِبَادَةَ اللهِ لَيْسَتْ بِالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ، وَلَكِنْ بِالْفِقْهِ فِي دِينِهِ.(179)

یعنی، اللہ کی عبادت صرف روزے اور نماز کا نام نہیں، بلکہ دین کی سمجھ حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔

پس حاجی یا عمرہ کرنے والا اپنے مناسک کی خیر حاصل نہیں کرسکتا اور حاجی اپنے فرض سے ''كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّه'' کی طرح پاک ہو کر نہیں لوٹ

178۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقهه فی الدین، برقم: ۷۱، ۱/ ۲۷

179۔ الفقیه والمتفقه، باب ذکر الروایات عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فی فضل التفقه والأمر به إلخ، ذکر الروایة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم أنه قال: ما عبد اللہ تعالیٰ بشیء إلخ، ۱/ ۱۱۷

سکتا جب تک وہ حج یا عمرہ کے لئے حرکت میں آنے سے قبل حج وعمرہ کے مسائل جاننے کے لئے کمر نہ کس لے، اور دین کی سمجھ بوجھ کا توشہ لے جانے کے لئے کوشش نہ کرلے۔

اسی لئے فقہاءِ مناسک حج نے قصد کے آداب کا ذِکر کرتے ہوئے مشاعر کی جانب عازمِ سفر ہونے سے قبل مسائلِ حج وعمرہ جاننے کی تاکید کی ہے چنانچہ حافظ ابن صلاح شافعی متوفی ۶۴۳ھ فرماتے ہیں: ليجتهد في أن يتعلَّم كيفيّةَ الحجّ وصفةَ المناسك وآدابها، وهذا من أهمّ الأشياء فإنّه لا عملَ إلّا بعلمٍ، ومَن لا يعلمُ مايعملُ ضاع عملُه، وكثيرٌ من العامّة يرجعُ بلا حجٍّ، إمّا لكونه لا يصحّ إحرامُه، أو لكونه يترك شرطَ ابتداءِ الطواف.[180]

یعنی، کوشش کرے کہ حج کا طریقہ، اُس کے مناسک اور آداب کو سیکھے کیونکہ یہ نہایت اہم اُمور میں سے ہے کوئی بھی عمل علم کے بغیر دُرست نہیں ہوسکتا اور جو نہیں جانتا کہ اُسے کیا کرنا ہے اُس کا عمل ضائع ہوجاتا ہے۔عام لوگوں میں سے بہت سے لوگ بغیر حج کے واپس آجاتے ہیں، کبھی اس وجہ سے کہ اُن کا احرام صحیح نہیں ہوتا، اور کبھی اس وجہ سے کہ وہ طواف کے آغاز کی شرط کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اور قاضی ابن فرحون مالکی نے فرمایا: فيجبُ على مُريدِ الحجّ أن يتعلّمَ من أحكامه ما يؤدِّي به مناسِكَ الحجّ على الوجه المأمورِ به.[181]

180... شرح صلة الناسك لابن الصلاح، الباب الأول في آداب من يعزم على الحج وأول سفره من حين يعزم ويخرج إلى رجوعه، ص ۱۷

181... إرشاد السالك إلى أفعال المناسك، مقدمة الكتاب، ۱/ ۸۷

یعنی، حج کا ارادہ رکھنے والے پر واجب ہے کہ وہ اس کے احکام سیکھے، تاکہ وہ حج کے مناسک اُسی طریقے پر ادا کرے جیسا ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور علامہ عزّالدین ابن جماعہ نے فرمایا: ينبغي أن يتعلّم صفةَ المناسك بانْ يستصحبَ معهُ كتاباً جامعاً لمقاصدِها و يديمُ مطالعتَه، و يُكرِّرها في جميع طريقِه؛ لتصير مُحققّة عنده، أو يصحبَ عالماً يُوثق بدينه يعلِّمُه جميع ذلك في موضعِه؛ لأنّه لا عملَ إلّا بعلمٍ.[182]

یعنی، مناسکِ حج کے طریقے کو سیکھنا چاہیے اس طرح کہ وہ اپنے ساتھ ایک ایسی کتاب رکھے جو ان کے مقاصد کو جامع ہو اور اُسے مسلسل دیکھتا رہے، یا راستے میں بار بار پڑھتا رہے تو یہ طریقہ فائدہ مند ہوگا یا پھر کسی ایسے عالم کے ساتھ حج کرے جس کی دیانت پر اعتماد ہو تاکہ وہ ہر موقع پر اس کی رہنمائی کرے کیونکہ کوئی بھی عمل علم کے بغیر دُرست نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حج کرنے والا اگر عالم ہو تو مناسک حج وعمرہ کی درست ادائیگی کے لئے اپنے ساتھ ایسی کتاب رکھے جو مناسک حج وعمرہ کی جامع ہو اور اسے سفر میں بار بار پڑھتا رہے۔اور اگر عالم نہ ہو بلکہ عامی ہو تو ایسے گروپ کے ساتھ جائے جس میں مناسک حج وعمرہ کا علم رکھنے والا ہو پھر مناسک کی ادائیگی میں اس سے رہنمائی لیتا رہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: ولهذا كثيرٌ من العامّةِ يرجع بغير حجٍّ إلى كُل فجٍّ، إمّا لعدم صحةِ إحرامه، أو تركِ فرضٍ من فرائضِه فلاَ بُدَّ لمن يُريد الحجَّ أن يكون بأحكامه عالماً،

182… هداية السالك، الباب الرابع في العزم على السفر إلى الحج، الأمر الثالث عشر: تعلم أحكام الصلاة والسفر والحج، ١/ ٣٠٧

لِيَخرُجَ عن العهدةِ سالماً ، و يرجع بالأجر غانِماً : فإنّه لا عملَ إلّا عن علمٍ.[183]

یعنی، اسی لیے بہت سے لوگ حج مکمل کیے بغیر ہی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، کیونکہ یا تو ان کا احرام ہی درست نہیں ہوتا، یا وہ کسی فرض کو چھوڑ دیتے ہیں پس جو شخص حج کرنا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے احکام سے واقف ہو، تاکہ وہ حج کا فریضہ دُرست طریقے سے ادا کر سکے اور پورے اجر وثواب کے ساتھ کامیاب واپس لوٹے، کیونکہ علم کے بغیر کوئی بھی عمل دُرست نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے علامہ ابن الحاج مالکی نے فرمایا: إذا وجبَ عليه الحجُّ يتعيّن عليه معرفةَ أحكامِه ، وما يلزمهُ فيه من الأفعالِ ، لأنّ الله تعالىٰ لم يتعبّدْ أحداً بالجهلِ. ملخّصًا[184]

یعنی، جب کسی پر حج فرض ہوجائے، تو اُس پر لازم ہے کہ وہ اس کے احکام کو سمجھے اور جو افعال اُس پر لازم ہیں اُن کو سیکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو جہالت کے ساتھ عبادت کا حکم نہیں دیا۔

اور بعض نے تو یہاں تک لکھا کہ کسی کے لئے فعل جائز ہی نہیں جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہ جان لے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: نقل البعضُ الاجماعَ على أنّه لا يجوز لأحدٍ أن يُقدِم على فعلٍ حتى يعلمَ حكمَ الله تعالىٰ فيه وقال بعضُهم : ما وجبَ عليك عملُه وجب

183... جمع المناسك ، مقدمة المؤلف،ص ١

184... المدخل لابن الحاج المالكي، فصل وهذه العبادة افترضها الله إلخ، ٣/ ١٣٩

عليك العلمُ به ومكينه.[185]

یعنی، بعض علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ کسی کے لیے کسی بھی عمل کو کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ اُس بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہ جان لے اور بعض نے کہا ہے: جو کام تم پر لازم ہو، اس کا علم حاصل کرنا بھی تم پر لازم ہے۔

بعض خود مناسکِ حج وعمرہ کا علم حاصل نہیں کرتے، وہاں پر فرائض ، واجبات اور سُنن ومستحبات کے بارے میں یا کسی غلطی کی صورت میں عام لوگوں سے پوچھتے ہیں حالانکہ جن سے وہ پوچھتے ہیں وہ خود ان کی طرح مناسکِ حج وعمرہ سے لاعلم ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس کے بارے میں علامہ ابن الصلاح شافعی لکھتے ہیں :وربما قلّد بعضهم بعض عوام أهل مكة ولا يدرى أنهم لا يدرون أيضاً.[186]

یعنی، بعض لوگ اہلِ مکہ کے عام لوگوں کی پیروی کر لیتے ہیں، جب کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اُنہیں بھی علم نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج وعمرہ کے لئے لوگوں کو لے جانے والے گروپ لیڈران پر لازم ہے کہ اپنے ساتھ ایسے عالم کو بھی لے جائیں جو مناسکِ حج وعمرہ کو جانتا ہو نہ یہ کہ کسی کو بھی لے جائیں یا ایسے کو

185… المدخل لابن الحاج المالكي، فصل وهذه العبادة افترضها الله إلخ، ٣/ ١٣٩، إرشاد السالك إلى أفعال المناسك، مقدمة الكتاب، ١/ ٨٩-٩٠، حاشيه الهيتمى على شرح الإيضاح، الباب الأول فى آداب السفر، ص ٤٠، منسك خليل، الفصل الثانى فى آداب السفر، ص ١٨

186… شرح صلة الناسك لابن الصلاح، الباب الأول فى آداب من يعزم على الحج وأول سفره من حين يعزم ويخرج إلى رجوعه، ص ١٧

لے جائیں جو صرف زیارات کراسکتا ہو یااچھا بیان کرسکتا ہو یا اچھا قاری یا اچھا نعت خواں ہو۔

شعائرِ حج کا تفقُّہ(سمجھ بوجھ) اور ان کی معرفت حاصل کرنا اُن اہم ترین کاموں میں سے ہے جو حاجی پر لازم ہیں اور حاجی کا ان کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ہمارے ائمہ وعلماء پر ڈھیروں رحمتیں نازل ہوں کہ انہوں نے اس امر کی اہمیت کا ادراک کرلیا اور ان میں سے ایک گروہ مختلف اسالیب اور ترتیب پر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگئے ، کسی نے مختصر لکھا کسی نے مبسوط اور کسی نے متوسط انداز اختیار کیا، حج وعمرہ کے احکام اور ان کی جزئیات کو کسی نے تفصیل سے بیان کیا ، اپنی تالیفات میں اس کی حکمتوں اور مقاصد کی طرف اشارے کئے تاکہ حج وعمرہ ادا کرنے والے کے لئے اُن کا سیکھنا اور سمجھنا آسان ہوجائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبادت اپنے رب سے ثواب اور قبولیت کی امید رکھتے ہوئے اس کے حکم کے مطابق ادا کرسکیں۔

علم المناسک کی تدوین عہد تابعین سے ہی شروع ہوگئی اور اس بارے میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔مذاہبِ اربعہ میں سے کوئی فقہی مذہب ایسا نہیں ہے کہ جس میں علم المناسک پر مستقل تالیفات موجود نہ ہوں یہی فقہاءِ اُمت کے نزدیک اس علم کی اہمیت اور اس کے عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہے۔

اور اگر صرف فقہ حنفی میں علم المناسک پر لکھی گئی کُتب کو دیکھا جائے تواُن کا احاطہ کرنا مشکل ہے چنانچہ میرے علم میں فقہاءِ احناف کی جو

جو تصانیف و تالیفات آئی ہیں ان کی تعداد بھی ایک سو چالیس کے قریب ہیں اور وہ رسائل جو علماءِ احناف نے مسائلِ حج میں سے کسی معیّن مسئلہ پر لکھے ہیں وہ الگ ہیں اور ان رسائل کے نام جو فقیر کی نظر سے گزرے وہ بھی چونسٹھ کے قریب ہیں۔ یہ صرف حنفی مذہب کے فقہاء کی بات ہے اگر اس موضوع پر دیگر مذاہب (مالکی، شافعی اور حنبلی) میں جستجو کی جائے تو نہ جانے یہ تعداد کہاں پہنچے۔

علم المناسک کی اہمیت اور اسلاف کی خدمات

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ علم المناسک کی شرع مطہرہ میں کیا اہمیت ہے اور ہمارے اسلاف نے اس بارے میں کیا کام کیا ہے؟

(سائل: سیّد منیز شاہ، گارڈن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: خیر العلوم، افضل العلوم، اور اکمل العلوم علم فقہ ہے کیونکہ اسی سے عبادت کی صحت وفساد کو جانا جاتا ہے، اور اسی علم سے اشیاء کی حِلّت وحُرمت معلوم ہوتی ہے، اور سب لوگ اس کے محتاج ہیں اور اس کی طلب میں خواص وعوام برابر ہیں۔ اور علم فقہ کے دقیق ترین ابواب میں سے مناسک کا باب ہے کیونکہ کسی علم کا شرف معلوم کے شرف سے پہچانا جاتاہے۔ اور علم المناسک کا تعلق فرائض اسلام میں سے اہم فرض، ارکانِ اسلام میں سے ایک عظیم رُکن کے ساتھ ہے اور پھر اس رُکن کا تعلق زمین کے خطوں میں سے اشرف خطے سے ہے۔ اس لئے بھی کہ اس عبادت میں حاجی لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہیں، توحید کی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ جس کے لئے انسانوں اور جنّوں کو پیدا کیا گیا

ہے ۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے :" وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ "[187]

ترجمہ:اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی(اسی) لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔(کنزالایمان)

علم المناسک اہم علوم میں سے ایک علم ہے اور علم المناسک کودین قرار دیا گیا ہے چنانچہ وارد ہے : تَعَلَّمُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ.[188]

یعنی، اپنے مناسک سیکھو، کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہیں۔

علماءِ کرام نے حج کو تمامِ اسلام اور کمالِ دین قرار دیا ہے۔چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں: إنَّ الحجَّ مِن بين أركانِ الإسلام ومبانيه عبادةُ العمر، وختامُ الأمر وتمامُ الإسلام وكمالُ الدِّين.[189]

یعنی، بے شک حج، اسلام کے ارکان اور اس کی بنیادوں میں سے ہے، یہ پوری عمر کی عبادت ہے، اور عبادتوں کا اختتامی عمل ہے (یعنی زندگی کی عبادات کا اختتام عام طور پر حج پر ہوتا ہے)، اسلام کی تکمیل ہے، اور دین کا کمال ہے۔

لہٰذا جو عبادت تمامِ اسلام اور کمالِ دین ہو۔اُس کا علم حاصل کرنا کس قدر ضروری ہو گا، اورحج اعظمُ الطّاعات ہے۔چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں: إن الحجّ أحدُ أركانِ الدِّين ومِن أعظم الطاعاتِ لربّ العالمين،

187۔۔۔ الذٰریٰت:٥١/ ٥٦

188۔۔۔ شرح معانی الآثار، کتاب مناسك الحج، باب من قدم نسكا قبل نسك، برقم: ٤٠٧٩، ٢/ ٣/ ٢٣٧، فيض القدير، حرف التاء، ٣/ ٣٣٣، كنز العمال، كتاب الحج والعمرة، قسم الأقوال، برقم ١١٨٧٨، ٣/ ٥/ ١١

189۔۔۔ إحياء العلوم الدين، كتاب أسرار الحج، ١/ ٣١٨

هو شعار أنبياءِ الله وسائر عبادِ الله الصّالحين.[190]

یعنی، بے شک حج دین کے ارکان میں سے ایک رُکن ہے اور سارے جہان والوں کے مالک کے لئے سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے اور یہ اللہ عزّوجلّ کے انبیاء اور تمام نیک بندوں کی نشانی ہے۔

جب حج اعظم الطاعات ہے، شعارِ انبیاء وصالحین ہے تو لازم ہے کہ اعظم الطاعات کو اس کے جملہ فرائض، واجبات اور سُنن ومستحبات کے ساتھ ادا کیا جائے اور ادائیگی بغیر علم کے متصوّر نہیں، کیونکہ علم پہلے ہوتا ہے اور عمل بعد میں۔ اور ہر شخص کے لئے اعظم الطاعات کا تفصیلی علم حاصل کرنا انتہائی مشکل ہے مگر ضروری علم تو لازم رہے گا۔ کیونکہ علم المناسک کو بے کنار سمندر قرار دیا گیا ہے اور بے کنار سمندر کی گہرائیوں، وسعتوں کو جاننا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

چنانچہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: كتابُ الحجِّ دقيقُ المعاني، وثيقُ المباني، وعلمُ الفحولِ الأفاضل، دُرٌّ أنيقٌ وبحرٌ عميقٌ بلاساحلٍ.[191]

یعنی، کتاب الحج ایک ایسی کتاب ہے جو معنی کے اعتبار سے نہایت باریک، اُسلوب کے لحاظ سے مضبوط ہے اور فضل رکھنے والے علماء کا علم ہے اور ایک نفیس موتی ہے اور یہ ایسا گہرا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

اور یہ بات بھی مخفی نہیں کہ علم المناسک کامقام بلند ہے اور فقہ اسلامی میں اس کی بہت اہمیت ہے۔اسی لئے کُتُبِ احادیث وآثار اور کُتُبِ فقہ میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں جو حج یامناسک کے ذکر سے خالی ہو،اسی

190... کتاب متن الإيضاح، خطبة الكتاب، ص ٤

191... البحر العميق، مقدمة، ١/ ٥٠

لئے فقہاءِ عظام اور علماءِ کرام نے اس علم میں الگ کُتُب و رسائل تالیف کئے کیونکہ اہم بات اس کے احکام کوبیان کرنا ہے ، مناسک کو واضح کرنا، اس کے فرائض وواجبات، سُنن و مستحبات، مُصحّحات ومُفسدات کوبیان کرنا ہے۔

چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں: فمِنْ أهَمّ الأمور بيانُ أحكامه، وإيضاحُ مناسكِه وأقسامه، وذكرُ مُصحِّحاته ومُفسداتِه وواجباتِه وآدابِه ومسنوناتِه وسَوابقِه ولَواحقِه وظَواهرِه ودقائقِه.(192)

یعنی، پس کاموں میں سب سے اہم یہ ہے کہ اس کے احکام بیان کئے جائیں، اس کے مناسک(اعمال) واضح کئے جائیں، اس کی قسمیں ذِکر کی جائیں، اور اُن چیزوں کو بیان کیا جائے جو حج کو دُرست کرنے والی اور فاسد کرنے والی ہیں، اس کے واجبات، آداب، سنتیں، اس سے پہلے کے اُمور، بعد کے لواحق(حج مکمل ہونے کے بعد کے ضروری افعال)، ظاہری احوال، اور باطنی نِکات(دل سے متعلق باریک باتیں) یہ سب واضح کئے جائیں۔

سلف صالحین نے ایک مسلمان کی زندگی میں علم المناسک کا اِدراک کرتے ہوئے اس میں تالیف کاخصوصی اہتمام کیا۔ مذاہب اربعہ مشہورہ میں سے کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں علم المناسک پر مشتمل تالیفات نہ پائی جائیں۔

علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں : ثم لما كان الحجُّ من أعظم الطّاعَات، وأفضل العبادات، لاجرم تكاثرتْ في بابه المصنّفات، وتَوافرتْ في فَنّه المؤلّفات، غيرأن منها ما يُمِلّ جدّاً، ومنها ما يُخِلُّ

192... كتاب متن الإيضاح، خطبة الكتاب، ص ٤

جدًّا.[193]

یعنی، پھر جب حج عبادتوں میں سے سب سے بڑی اور سب سے افضل عبادتوں میں سے ہے ا، تو ضرور (اسی وجہ سے) اس کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں، اور اس فن میں بہت سی تالیفیں جمع ہو گئیں، مگر ان میں بعض ایسی ہیں جو بہت زیادہ طول کی وجہ سے آدمی کو اُکتا دیتی ہیں، اور بعض ایسی ہیں جو بہت اختصار کی وجہ سے پوری بات بیان نہیں کرتیں۔

وہ مؤلّفات جن میں مُؤلّفین نے مسائل واحکامِ حج ذکر کئے ہیں چاہے اُنہوں نے انہیں تفصیلاً بیان کیاہو یا مختصراً،ان کے ساتھ دلائل، تعلیلات کو بیان کیا یا نہیں، چاہے ان مسائل کو ذکر کرنے کے ساتھ دیگر مذاہب کو بھی بیان کیا یا صرف اسی پر اکتفا کیا، جنہیں فقہاءِ احناف نے ذکر کیا ،چاہے وہ مستقل کتاب ہے یا کسی کتاب کی شرح ہے یاکسی کتاب پر حاشیہ ہے وہ کثیر ہیں۔ ان میں سے جن کے بارے میں جانتا ہوں یا جو میرے علم میں آئیں، انہیں میں نے ایک عربی رسالہ کی صورت میں جمع کیا ہے، کام مکمل ہونے پر منظر عام پر آجائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ،۱ محرم،۱۴۴۷ھ۔۲۷ جون،۲۰۲۵م

تنعیم کی وجہ تسمیہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تنعیم کے مقام کو تنعیم کیوں کہتے ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ”تنعیم“ حدود حرم سے باہر ایک معروف مقام

193… جمع المناسک،مقدمۃ الکتاب، ص ۱

ہے، جہاں سے عموماً اہلِ مکہ عمرے کا احرام باندھتے ہیں۔ اس مقام کا نام اس کے آس پاس موجود دو پہاڑوں کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے دائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے "نُعَیم" کہتے ہیں، اور بائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے "ناعِم" کہتے ہیں۔ انہی دونوں ناموں کے اصل حروف (ن، ع، م) سے مشتق ہو کر یہ جگہ "تنعیم" کہلاتی ہے۔

چنانچہ علامہ حسام الدین حسین بن علی سغناقی حنفی متوفی ۷۱۴ھ، علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: سُمِّي التنعيمُ تنعيماً؛ لأنّ عَن يَمينه جبلاً يقالُ له نُعَيْمٌ وعن شِماله جبلاً يُقال له ناعِمٌ۔[194]

تنعیم کو "تنعیم" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے دائیں جانب ایک پہاڑ ہے جسے "نُعَیم" کہا جاتا ہے، اور بائیں جانب ایک پہاڑ ہے جسے "ناعِم" کہتے ہیں۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

يوم الخميس، ١١/ جمادى الأولى، ١٤٤٦هـ، ١٣/ نوفمبر، ٢٠٢٤م

زندہ یا فوت شُدہ کی طرف سے عمرہ کرنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ یا کسی اور قریبی رشتہ دار کی طرف سے اُن کی زندگی میں یا اُن کے انتقال کے بعد عمرہ ادا کرے، تو کیا یہ عمل شرعاً جائز و درست ہے؟

194... النهاية شرح الهداية، كتاب الحج، تحت قوله: فوقته في الحج الحرم، ٢/ ق ١٣٨/ ألف، مخطوط مصوّر، الجوهرة النيرة، كتاب الحج، مطلب في مواقيت الإحرام، تحت قوله: ومن كان بمكة فميقاته في الحج إلخ، ١/ ٣٦٤، البناية شرح الهداية، كتاب الحج، فصل والمواقيت التي لا يجوز أن يجاوزها الإنسان إلّا محرماً إلخ، تحت قوله: في الحل، ١٦٥/٤

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: کسی دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنا شرعاً جائز و درست ہے، خواہ وہ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، کیونکہ یہ ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جس کے لیے عمرہ کیا جا رہا ہے، اُسے اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ لہٰذا اگر چاہیں تو عمرہ شروع کرنے سے پہلے نیت کر لیں کہ یہ عمرہ فلاں کے لیے یا فلاں فلاں کے لیے کر رہا ہوں، یعنی ایک سے زائد افراد کی طرف سے بھی نیت کی جا سکتی ہے۔ اور چاہیں تو عمرہ مکمل کرنے کے بعد بھی اس کا ثواب جس کو چاہیں ایصال کر سکتے ہیں۔

چنانچہ امام ابو الحسن علی بن جعد بن عبید جوہری متوفی ۲۳۰ھ اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو رَزِین عُقَیلی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، نہ وہ حج کرسکتے ہیں، نہ عمرہ، اور نہ ہی سفر کی طاقت رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ»۔[195]

یعنی، اپنے والد کی طرف سے حج بھی کرو اور عمرہ بھی۔

اور علامہ سراج الدین ابو محمد علی بن عثمان تیمی حنفی متوفی ۵۶۹ھ اور ان کے حوالے سے شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: وإذا مضتْ أيّامُ التّشريقِ فإنّهم يعتمرون كم شاؤُوا

195۔ مسند ابن الجعد، الجزء السابع، شعبة عن النعمان بن سالم، برقم ۱۷۰۱، ص ۲۵٦، سُنَن الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء في الحج عن الشيخ الكبير والميت، ۲/ ۷٦

بنيةِ أنفسِهم وآبائِهم وإخوانِهم. (واللفظ للأوّل)(196)

یعنی، جب ایامِ تشریق گزر جائیں، تو حجاج جتنی بار چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں، اپنی طرف سے یا اپنے والدین، بھائیوں، بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے۔

اور علامہ زین الدین ابن نُجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: إنّ الإنسان له أن يجعل ثوابَ عمله لغيره صلاةً أو صومًا أو صدقةً أو قراءةَ قرآنٍ أو ذِكرا أو طوافًا أو حجًّا أو عمرةً أو غيرَ ذلك.(197)

یعنی، انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے کسی بھی عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے، چاہے وہ نماز ہو، روزہ، صدقہ، تلاوتِ قرآن، ذِکر، طواف، حج، عمرہ یا کوئی اور نیکی۔

اور آگے لکھتے ہیں: مَن صام أو صلّى أو تصدّق، وجعل ثوابَهُ لغيره من الأموات والأحياء جاز ويَصِلُ ثوابُها إليهم عند أهل السنة والجماعةِ كذا في "البدائع" وبهذا عُلِم أنه لا فرق بين أن يكون المجعولُ له ميّتًا أو حيًّا والظاهرُ أنّه لا فرق بين أن ينوِيَ به عند الفعل للغير أو يفعله لنفسه، ثم بعد ذلك يجعلُ ثوابَه لغيره لإطلاقِ كلامِه.(198)

یعنی، جو شخص روزہ رکھے، یا نماز پڑھے، یا صدقہ دے، اور اُس کا ثواب کسی اور کو پہنچائے، خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ، تو یہ جائز ہے، اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کا ثواب اُن تک پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ

196... الفتاوى السراجية، كتاب الحج، باب ترتيب أفعال الحج، ص ۱۸۱، حیات القلوب، باب دہم در رمی جمار، فصل ششم در بیان کیفیتِ رُجوع بعد فراغ رمی جمار، ص ۲۲۲

197... البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ۳/ ۱۰۵

198... البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ۳/ ۱۰۵، ۱۰۶

"البدائع"[199] میں ہے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کے لیے ثواب ہدیہ کیا جا رہا ہے، اس کے زندہ یا مردہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ عمل کے وقت ہی دوسرے کے لیے نیت کرے، یا عمل اپنی طرف سے کرے، اور بعد میں اُس کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچائے، کیونکہ ان (صاحبِ بدائع) کے الفاظ مطلق ہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲ ذو الحجة، ۱٤٤٦ھ-۳۰ مایو، ۲۰۲۵م

199... بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی التعرض لنبات الحرم، ۳/ ۲۷۰

مآخذ ومراجع

١. القرآنُ الكريم، كلام الله تعالىٰ عزّوجلّ

٢. أصولُ الكرخي للإمام أبي الحسن عبيد الله بن الحسين الكرخي الحنفي (ت ٣٤٠هـ) مع شرحه للنسفي، مطبوعة: دار الرياحين، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٤٢هـ. ٢٠٢١م

٣. الاستذكار للإمام أبي عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (ت ٤٦٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ. ٢٠٠٠م

٤. إحياءُ العلوم للعلّامة محمد أبي حامد الغزالي الشّافعي (ت ٥٠٥هـ)، مطبوعة: دار الخير، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٣هـ. ١٩٩٣م

٥. الأذكار للإمام يحى بن شرف النووي الدمشقي الشافعي (ت ٦٧٦هـ)، مطبوعة: دار الحديث، القاهرة، الطبعة الثانية ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

٦. إرشادُ السّالك إلى أفعال المناسك للعلّامة برهان الدين إبراهيم بن فرحون المدني المالكي (ت ٧٩٩هـ)، مطبوعة: مكتبة العبيكان، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣هـ. ٢٠٠٢م

٧. الأشباه والنّظائر للعلّامة الشّيخ زين الدين بن إبراهيم بن محمد بن بكر المعروف بابن نجيم المصري الحنفي (ت ٩٧٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٣هـ. ١٩٩٣م

٨. أقربُ المسالك إلى بُغية النّاسك للعلّامة عبد الله بن حسن عفيف الكازروني الحنفي (كان حيًا سنة ١١٠٢هـ)، مخطوط مصوّر

٩. إرشادُ السّاري على مناسك الملّا علي القاري للإمام حسين بن محمد سعيد عبد الغني المكي الحنفي (ت ١٣٦٦هـ)، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠هـ. ٢٠٠٩م

١٠. بدائع الصّنائع للإمام علاء الدين أبي بكر بن مسعود الكاساني الحنفي (ت ٥٨٧هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

١١. بداية المبتدى للإمام برهان الدين على بن أبى بكر المرغينانى الحنفى (ت ٥٩٣هـ)، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت

١٢. البحرُ العَميق فى مناسك المعتمر والحاجّ إلى بيت الله العتيق لابن الضياء محمد بن أحمد المكى الحنفى (ت ٨٥٤هـ)، مطبوعة: مؤسسة الريّان، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٧هـ. ٢٠٠٦م

١٣. البناية شرح الهداية للإمام محمود بن محمد بن موسى المعروف ببدر الدين العينى الحنفى (ت ٨٥٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ. ٢٠٠٠م

١٤. البحرُ الرّائق شرح كنز الدّقائق للعلّامة الشّيخ زين الدين بن إبراهيم بن محمد بن بكر المعروف بابن نجيم المصرى الحنفى (ت ٩٧٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

١٥. بُلغة المحتاج لمناسك الحاجّ للعلّامة أحمد بن على بن عمر المنينى الحنفى (ت ١١٧٢هـ)، مخطوط مصوّر

١٦. بهار شريعت لصدر الشريعة محمد أمجد على الأعظمى الحنفى (ت ١٣٦٧هـ)، مطبوعة: مكتبة المدينة، كراتشى، طبعة: ١٤٣٥هـ. ٢٠١٤م

١٧. تفسيرُ الطّبرى المسمّى جامع البيان فى تأويل القُرآن للإمام أبى جعفر محمد بن جرير الطبرى (ت ٣١٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الرّابعة ١٤٢٦هـ. ٢٠٠٥م

١٨. تفسير البغوى المسمّى معالم التنزيل للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشّافعى (ت ٥١٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ. ٢٠٠٤م

١٩. تفسير ابن عطية = المحرّر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز للإمام أبى محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطية الأندلسى المحاربى (ت ٥٤٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ

٢٠. تفسير الخازن المسمّى لباب التأويل فى معانى التنزيل للإمام علاء الدين على بن محمد بن إبراهيم البغدادى الشّافعى الشهير بالخازن (ت ٧٢٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٣٢٥هـ. ٢٠٠٤م

٢١. تبيين الحقائق للإمام فخر الدين أبي محمد عثمان بن على بن محجن بن يونس الزّيلعى الحنفى (ت ٧٤٣ﻫ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ﻫ. ٢٠٠٠م
٢٢. تفسير القرآن العظيم لأبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدِّمَشقى (ت ٧٧٤ﻫ)، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت
٢٣. تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفى للشيخ محمد بن عبد الله بن أحمد الغزى الحنفى التمرتاشى (ت ١٠٠٤ﻫ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣ﻫ. ٢٠٠٢م
٢٤. تحفة الناسك في بيان المناسك على مذهب الإمام الأعظم للعلّامة أحمد آفندى إسلامبولى الحنفى (ت ١٢٧٠ﻫ)، مخطوط مصوّر
٢٥. التعليقاتُ الرّضوية على الفتاوى الهندية لشيخ الإسلام والمسلمين الإمام أحمد رضا خان الحنفى الماتريدى (ت ١٣٤٠ﻫ)، مطبوعة: مكتبة إشاعة الإسلام، لاهور، الطبعة الأولىٰ ١٤٤١ﻫ. ٢٠١٩م
٢٦. الجامعُ الصّغير للإمام أبي عبد الله محمد بن الحسن الشّيبانى (ت ١٨٩ﻫ)، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٢ﻫ. ٢٠١١م
٢٧. جامعُ بيان العلم وفضله للإمام أبي عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (ت ٤٦٣ﻫ)، مطبوعة: مؤسسة الريان ودار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤ﻫ. ٢٠٠٣م
٢٨. الجوهرة النيّرة شرح مختصر القدورى للإمام أبي بكر بن على بن محمد الحدّاد الزّبيدى الحنفى (ت ٨٠٠ﻫ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٧ﻫ. ٢٠٠٦م
٢٩. جمعُ المناسك للعلّامة الفقيه المحدّث الشيخ رحمة الله السِّندى الحنفى (ت ٩٩٣ﻫ)، مطبوعة: مدرسه اسلامية نقشبندية، افغانستان
٣٠. حلبة المجلّي للعلّامة شمس الدين محمد بن محمد المعروف بابن أمير الحاج (ت ٨٧٩ﻫ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٦ﻫ. ٢٠١٥م

٣١. حَدَق العُيون شرح مختصر القدوری للعلّامة عبد الله بن حسين بن حسن بن حامد الحنفی (ت فی حدود سنة ٩٠٠هـ)، مطبوعة: دار الفتح، الأردن، الطبعة الأولىٰ ١٤٤٢هـ. ٢٠٢١م
٣٢. حاشية العلّامة ابن حجر الهيتمی (ت ٩٤٧هـ) علی شرح الإيضاح فی مناسك الحج، مطبوعة: مكتبة نزار مصطفیٰ الباز، الطبعة الثانية ١٤٢٧هـ. ٢٠٠٦م
٣٣. حاشية السِّندی علی السُّنَن النّسائی للإمام أبی الحسن الكبير محمد بن عبد الهادی الحنفی المعروف بالسِّندی (ت ١١٣٨هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ. ١٩٩٥م
٣٤. حياتُ القُلوب فی زيارة المحبوب لشيخ الإسلام المخدوم محمد هاشم التّتوی القادری الحنفی (ت ١١٧٤هـ)، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشی ١٣٩١هـ
٣٥. حاشيةُ الحباب علی شرح لُباب المناسك وعُباب المسالك للعلّامة يحيی بن محمد صالح الحباب المكی الحنفی (كان حياً ١١٧٨هـ)، مخطوط، مصوّر
٣٦. خلاصة الفتاوی للشيخ طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد بن الحسن الإمام افتخار الدين البخاری الحنفی السّرخسی (ت ٥٤٢هـ) مع مجموعة الفتاوی، مطبوعة: مكتبۂ رشيديه، كوئٹۂ
٣٧. الدُّرَّة السَنِيّة فی شرح الفوائد الفقهية للعلّامة أبی إسحاق إبراهيم بن علی الطرسوسی الحنفی (ت ٧٥٨هـ)، مطبوعة: دار النور المبين، الطبعة الأولیٰ ٢٠٢١م
٣٨. الدُّرَّة السَنِيّة فی شرح الفوائد الفقهية للعلّامة أبی إسحاق إبراهيم بن علی الطرسوسی الحنفی (ت ٧٥٨هـ)، مخطوط مصوّر
٣٩. الدُّرُّالمنثور فی التّفسير بالمأثور للحافظ جلال الدّين عبد الرّحمٰن السُّيوطی الشافعی (ت ٩١١هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربی، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ. ٢٠٠١م
٤٠. الدُّرُّ المختار شرح تنوير الأبصار للعلّامة محد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن الحنفی الحصكفی (ت ١٠٨٨هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣هـ. ٢٠٠٢م

٤١.رَدّ المحتار للإمام الهمام الفقيه العلّامة السيد محمد أمين بن عمر عابدين الشّامی الحنفی (ت ١٢٥٢هـ)، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠هـ. ٢٠٠٠م
٤٢.السير الكبير للإمام محمد بن حسن الشّيبانی الحنفی (ت ١٨٩هـ) مع شرحه للسرخسی، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧هـ. ١٩٩٧م
٤٣.سُنَن الدّارمی للإمام أبی محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل الدّارمی (ت ٢٥٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧هـ. ١٩٩٦م
٤٤.سُنَن أبی داود للإمام الحافظ المصنّف المتقن أبی داود سليمان بن الأشعث السجستانی الأزدی (ت ٢٧٥هـ)، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م
٤٥.سُنَن التّرمذی للإمام أبی عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذی (ت ٢٧٩هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ. ٢٠٠٠م
٤٦.السِّرَاجُ الوَهّاج للإمام أبی بكر بن علی الحنفی المعروف بالحدادی العبادی (ت ٨٠٠هـ)، مخطوط مصوّر
٤٧.سلم الفلاح شرح نور الإيضاح للعلّامة عثمان بن يعقوب الكماخی الإسلامبولی، مخطوط مصوّر
٤٨.شرح معانی الآثار للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی الحنفی (ت ٣٢١هـ)، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت
٤٩.شرح السّير الكبير لشمس الأئمة محمد بن أحمد بن أبی سهل السرخسی أبی بكر الحنفی (ت ٤٨٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧هـ. ١٩٩٧م
٥٠.صلة النّاسِك للإمام الحافظ تقی الدين أبی عمر وعثمان بن عبدالرحمن الشهرزوری المعروف بابن الصلاح (ت٦٤٣هـ)، مطبوعة : مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر، الطبعة الأولیٰ :١٤٣٢هـ. ٢٠١١م

٥١.صفوةُ التفاسير للعلّامة محمد على صابونى، مطبوعة: دار القرآن الكريم، بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٢هـ. ١٩٨١م
٥٢.صحيح البخارى للإمام الحافظ أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى (ت ٢٥٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠هـ. ١٩٩٩م
٥٣.صحيح مسلم للإمام مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (ت ٢٦١هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت
٥٤.الطّريق السّالك إلى زُبدة المناسك وعُمدةِ السّالك للعلّامة أبى البركات مصطفى بن محمد بن محمد الأيوبى الأنصارى الحنفى (ت ١٢٠٥هـ)، مخطوط مصوّر
٥٥.عمدة السالك فى المناسك للإمام المحدّث الفقيه الأمير أبى الحسن علاء الدين على ابن بلبان الفارسى المصرى الحنفى (ت ٧٣٩هـ)، مطبوعة: دار اللباب، اسطنبول، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٨هـ. ٢٠١٧م
٥٦.العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية للإمام أهل السنة أحمد رضا خان الحنفى (ت ١٣٤٠هـ)، مطبوعه: رضا فاؤنڈيشن، لاهور، طبعة: ١٤٢٧هـ. ٢٠٠٦م
٥٧.غنية المستملى فى شرح منية المصلى للعلّامة إبراهيم بن محمد بن إبراهيم الحلبى الحنفى (ت ٩٥٦هـ)، مطبوعة: مكتبۂ نُعمانيّه، كوئٹه
٥٨.غنية ذوى الأحكام للعلّامة أبى الإخلاص حسن بن عمّار بن يوسف الشرنبلالى الحنفى (ت ١٠٦٩هـ)، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشى
٥٩.الفقيه والمتفقّه للإمام أبى بكر أحمد بن على بن ثابت بن أحمد بن مهدى الخطيب البغدادى (ت ٤٦٣هـ)، مطبوعة: دار ابن الجوزى، السعودية، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ
٦٠.فردوس الأخبار بمأثور الخطاب للحافظ شيرويه بن شهردار بن شيرويه الدّيلمى (ت ٥٠٩هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

٦١.الفتاوى السّراجية للعلّامة سراج الدّين على بن عثمان بن محمد التيمى الأوشى الفرغانى الحنفى (ت ٥٦٩هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٣٢هـ. ٢٠١١م

٦٢.فتاوى قاضيخان على هامش الهندية للإمام فخر الدين حسن بن منصور الأوزجندى الفرغانى الحنفى (ت ٥٩٢هـ)، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣هـ. ١٩٧٣م

٦٣.الفتاوى التّاتارخانية للإمام الفقيه عالم بن علاء الأندربتى الحنفى (ت ٧٨٦هـ)، مطبوعة: مكتبه فاروقيه، كوئٹة

٦٤.فتح القدير للعلّامة كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن عبد الحميد بن مسعود السيواسى ثم السكندرى المعروف بابن الهمام (ت ٨٦١هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت

٦٥.فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير للعلّامة محمد عبد الرؤوف المناوى الشّافعى (ت ١٠٣١هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٢هـ. ٢٠٠١م

٦٦.فتحُ مسالك الرمز بشرح مناسك الكنز للعلّامة عبد الرحمن بن عيسى بن مُرشد المرشدى العمرى الحنفى (ت ١٠٣٧هـ)، مخطوط مصوّر

٦٧.فتح الملك الكبير شرح المنسك الصغير للعلّامة حنيف الدين المرشدى الحنفى (ت ١٠٦٧هـ)، مخطوط مصوّر

٦٨.الفتاوى الهندية للعلّامة الهمام الشيخ نظام الدين الحنفى (ت ١٠٩٢هـ) وجماعة من علماء الهند الأعلام، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣هـ. ١٩٧٣م

٦٩.كتاب المبسوط لشمس الأئمة محمد بن أحمد بن أبى سهل السرخسى أبى بكر الحنفى (ت ٤٨٣هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ. ٢٠٠٠م

٧٠.الكافى للشيخ الإمام أبى البركات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدّين النسفى الحنفى (ت ٧١٠هـ)، مخطوط مصوّر

٧١.كنز العمال للعلّامة علاء الدّين على المتقى بن حسام الدين الهندى (ت ٩٧٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثّانية ١٤٢٤هـ. ٢٠٠٤م
٧٢.لُبابُ المناسك للعلّامة الفقيه المحدّث الشيخ رحمة الله السّندى الحنفى (ت ٩٩٣هـ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ.
٧٣.كنزالايمان للإمام أحمد رضا خان الحنفى (ت ١٣٤٠هـ)
٧٤.المسند للحافظ الثبت أبى الحسن على بن الجعد بن عبيد الجوهرى (ت ٢٣٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٧هـ. ١٩٩٦م
٧٥.المصنَّف للإمام أبى بكر عبد الله بن محمد بن أبى شيبة العبسى الكوفى (ت ٢٣٥هـ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ. ٢٠٠٦م
٧٦.المعجم الكبير للإمام الحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب اللخمى الطّبرانى (ت ٣٦٠هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت، ١٤٢٢هـ. ٢٠٠٢م
٧٧.مختصر القدورى للإمام أبى الحسين أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان القدورى البغدادى الحنفى (ت ٤٢٨هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م
٧٨.المحيط السرخسى للإمام العلّامة الفقيه رضى الدّين وبرهان الإسلام محمد بن محمد السّرخسى الحنفى (ت ٥٧١هـ)، مطبوعة: دار الكتب، بشاور
٧٩.المسالك فى المناسك للإمام منصور محمد بن مكرم بن شعبان الكرمانى الحنفى (ت ٥٩٧هـ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ. ٢٠٠٣م
٨٠.المحيط البرهانى للإمام برهان الدّين أبى المعالى محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر البخارى الحنفى المعروف بابن مازة (ت ٦١٦هـ)، مطبوعة: إدارة القرآن، كراتشى

٨١.المجتبى شرح القدورى للعلّامة نجم الدين مختار بن محمود الزّاهدى الحنفى (ت ٦٥٨هـ)، مطبوعة: دار الرياحين، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٤٥هـ. ٢٠٢٣م

٨٢.المنهاج شرح صحيح مسلم للإمام يحى بن شرف النووى الدّمشقى الشّافعى (ت ٦٧٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ. ٢٠٠٠م

٨٣.متنُ الإيضاح فى المناسك للشّيخ محى الدين يحى بن شرف النّووى الشّافعى (ت ٦٧٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٦هـ. ١٩٨٦م

٨٤.المختار الفتوى للعلّامة الشيخ مجد الدّين عبد الله بن محمود الموصلى الحنفى (ت ٦٨٣هـ)، مطبوعة: مكتبة نزار مصطفى الباز، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

٨٥.المدخل للإمام أبى عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدري الفاسى المالكى الشهير بابن الحاج (ت ٧٣٧هـ)

٨٦.منهجُ السّالك وشرعةُ الناسك للإمام القاضى شمس الدّين أبى عبد الله محمد بن أحمد الطرابلسى الحنفى (ت ٧٩٩هـ)، مخطوط مصوّر

٨٧.مُنيةُ النّاسك فى خلاصةِ المناسك لشيخ الإسلام محمد أبى النجا ابن الضياء الحنفى (ت ٨٨٥هـ)، مخطوط مصوّر

٨٨.مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل للإمام شمس الدين أبى عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن الطرابلسى المغربى المعروف بالحطاب الرعينى المالكى (ت ٩٥٤هـ)، مطبوعة: المكتبة العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ٢٠٠٤م

٨٩.ملتقى الأبحر للشّيخ الإمام إبراهيم بن محمد الحلبى الحنفى (ت ٩٥٦هـ)، مطبوعة: دار البيروتى، دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٦هـ. ٢٠٠٥م

٩٠.مرقاة المفاتيح للعلّامة نور الدّين على بن سلطان محمد المشهور بالملّا على القارى الهروى الحنفى (ت ١٠١٤هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ. ٢٠٠١م

٩١.المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط للعلّامة نور الدّين على بن سلطان محمد المشهور بالملّا على القارى الهروى الحنفى (ت ١٠١٤هـ)، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤٣٠هـ. ٢٠٠٩م

٩٢.مُرشِد السّالك شرح لُباب المناسك للعلّامة حنيف الدّين بن عبد الرحمن بن عيسى المرشدى الحنفى (ت ١٠٦٧هـ)، مخطوط مصوّر

٩٣.مناسك الحج للعلّامة سنان أفندى الحنفى، مخطوط مصوّر

٩٤.منسك خليل للشّيخ خليل بن إسحاق بن موسى المالكى، مطبوعة: دار يوسف بن تاشفين ومكتبة الإمام مالك، الطبعة الأولى ١٤٢٨هـ. ٢٠٠٧م

٩٥.مرآة المناجيح للمفتى أحمد يار خان الحنفى النعيمى (ت ١٣٩١هـ)، مطبوعة: قادرى ببلشرز، لاهور، إشاعة: ٢٠٠٩م

٩٦.النّهاية شرح الهداية للعلّامة حسام الدين حسين بن على بن حجاج السغناقى الحنفى (ت ٧١٤هـ)، مخطوط مصوّر

٩٧.النهر الفائق شرح كنز الدقائق للإمام سراج الدين محمد بن إبراهيم ابن نجيم الحنفى (ت ١٠٠٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ. ٢٠٠٢م

٩٨.نور الإيضاح للعلّامة أبى الإخلاص حسن بن عمّار الشّرنبلالى الحنفى (ت ١٠٦٩هـ)، مطبوعة: مكتبة بركات المدينه، كراتشى

٩٩.الهداية للإمام برهان الدّين على بن أبى بكر المرغينانى الحنفى (ت ٥٩٣هـ)، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت

١٠٠.هِدايةُ السّالك للعلّامة الإمام عزّالدين ابن جماعة (ت ٧٦٧هـ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٤هـ. ١٩٩٤م

١٠١.تاريخ مكه مكرّمه للدكتور محمد الياس عبد الغنى، مطبوعة: مطابع الرشيد، المدينة المنّورة، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ/ ٢٠٠٢م

منظوم نذرانۂ عقیدت برائے اساطین

"جمعیّت اشاعت اہلسنّت"

(۱) واجب الاحترام استاذ الاساتذہ حضرت علّامہ ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی (شیخ الحدیث شعبۂ حدیث ورئیس منصبِ افتاء)

(۲) بخدمتِ اقدّس خوشبوئے ضیاء الدین حضرت علّامہ محمد عرفان ضیائی بانی ادارہ ہذا

(۳) عزّت مآب محترم ومکرم ومحتشم حضرت علّامہ مختار احمد اشرفی مہتمم مدارس جمعیت اشاعت اہلسنّت

"جمعیّت اشاعت" مجلّۂ مُبین است
برائے فروغِ دین متین است

"جمعیّت اشاعت" ایک ایسا دیدہ زیب (علمی و فکری) رسالہ ہے جو فروغِ دین اور خدمتِ اسلام کے لئے (وقف) ہے۔

تعالیٰ اللہ ایں کاوشِ عطاء اللہ نعیمی
چقدر جلیل و جمیل حسین است

سبحان اللہ! (ڈاکٹر مفتی) محمد عطاء اللہ نعیمی کی یہ کاوش کس قدر جلیل و جمیل اور حسین ہے۔

یَاأَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِعِلمہ
کہ آں اماناتِ سلف را امین است

اے ان کے مشتاقانِ علم وکمال سنو! وہ اپنے اسلاف کی امانتوں کے امین ہیں۔

صد مرحبا خلوصِ عرفاں ضیائی
تو خوشبوئے ضیائے دین مردِ حسین است

(علّامہ) محمد عرفان ضیائی کے جذبۂ خلوص کو صد بار شاباش، آپ کا وجود مردِ حسین "ضیاء الدین مدنی" کی سدا بہار خوشبو سے عبارت ہے۔

دریں جا یک مردے خود آگاہے
باصد شان وشوکت عزّ تمکین است

"جامعۃ النّور" میں ایک مردِ خود آگاہ (علّامہ ضیائی) صد عزّت و عظمت اور شان و شوکت کے ساتھ براجمان ہے۔

دراں مرکز فیضِ "اشرفی" آشکارا
ھُوَ المُنتظم لِلْبناتِ وَالْبنِینَ است

اسی فیض بار مرکز میں (علّامہ مختار احمد) اشرفی کا فیض بھی ظاہر باہر ہے آپ مدارسِ جمعیّت کے منتظم و مہتمم ہیں۔

سلام شوق اے مفتیانِ "النّور"
جگر کاوی و عرق ریزی شما صد آفرین است

اے "جامعۃ النّور" کے علماء سلامِ شوق ومحبت قبول فرمایئے تمہاری (علوم وفنون، تحریر و تدریس اور فتاویٰ نویسی میں) کمالِ محنت اور جاں فشانی قابلِ تحسین ہے۔

اے خوشہ چینان از خرمَن "احمد رضا"
خامۂ تحقیق شما لائق تحسین است

اے (شہریار علم مولانا) احمد رضا (خاں بریلوی) کی بارگاہ سے خیرات پانے والے علمائے ذیشان! تمہارا محققانہ قلم داد و تحسین کا حقدار ہے۔

خوشا بخت اے اراکینِ "اشاعت"
خدائے دوجہاں مددگار و معین است

اے جمعیّت اشاعت کے خوش بخت اراکین و معاونین خدائے دوجہاں تمہارا مُعین و مددگار ہو۔

خدارا یا اساطین "جمعیّت"
طلبگارِ دُعاء فائق حزین است

اے "جامعۃ النّور" کے اربابِ فکر و نظر علماء اور جمعیّت اشاعت میں کلیدی کردار کے حاملین خدا کے لئے "فائق" غم زدہ آپ کی پُر خلوص دعاؤں کا طلبگار ہے۔

(ناظم: مترجم غلام جیلانی چاچڑ، فاضل جامعہ انوار العلوم، ملتان)